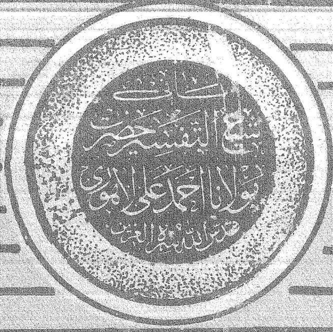
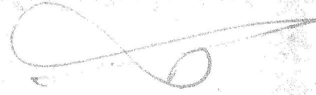
ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور





۲۳/۱۶

خدا معلوم لوگ تصوف کو کیا سمجھتے ہیں۔ تصوّف تو بس اخلاص اور عشق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جو کام عشق کی طاقت اور اخلاص کی برکت سے ہو سکتا ہے وہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

(شاہ عبدالقادر رائپوری)

16.6.78

آج کے نوجوان

بشیر احمد حامد

جن کی کی تھی آرزو اقبالؒ نے
اِس زمانے میں کہاں ایسے جواں

آج کے ہیں نوجواں فیشن پرست
ماضیٔ مرحوم کے ہیں نوحہ خواں

اِن جوانوں میں خودی باقی نہیں
مغربی تہذیب کے ہیں ہم زباں

سو رہے ہیں بیچ کر اپنا ضمیر
کچھ نہیں ہے دل میں احساسِ زیاں

ریڈیو، ٹی وی، سینما ان کا شغل
اور لغویات میں رطبُ اللساں

ہیں رُخ و گیسو کے پھندے میں اسیر
اِن کی منزل اِن کے رُخ سے ہے عیاں

دین سے اِن کو نہیں کچھ بھی پیار
کچھ نہیں اخلاق کی قدر اِن کے ہاں

ڈال سکتے یہ ستاروں پر کمند
اتنی جرأت، اتنی ہمت ہے کہاں

"ہے جوانی خود جوانی کا سنگھار"
کون سمجھے اِس حقیقت کو میاں

کون ہے اب صاحبِ فقرِ غیور
کِس کے سَر پر ہے کفن کف میں سناں

کِس کی رفتارِ تخیّل تیز ہے
کون ہے شاہیں صفت اِن میں یہاں

ہے نصیب آہِ سحر گاہی کسے
اور ہے نورِ بصیرت کِس کے ہاں

جانفشانی جب اِنھوں نے چھوڑ دی
پھر بتاؤ ہوں گے کیسے کامراں

دین سے جب تک رہیں گے دُور دُور
پا نہیں سکتے یہ منزل کا نشاں

ہاں! بزرگوں کے قدم پر گو چلیں۔
چُومے گا اِن کے قدم حامدؔ جہاں

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۲۳ ۹ رجب ۹۸ھ ۱۶ جون ۱۹۷۸ء شمارہ ۲۶

اس شمارے میں

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم : میاں محمد اجمل قادری
مدیر : محمد سعیدالرحمٰن علوی
معاون : صالح محمد حضروی

سالانہ ۶۰ روپیہ ششماہی -/۳۰
سہ ماہی -/۱۵ ، فی پرچہ 1/50

اداریہ

جناب جنرل توجہ فرمائیں

جنرل محمد ضیاء الحق کی عبوری حکومت کو بر سر اقتدار آئے ایک سال کا عرصہ ہونے کو ہے۔.......... لیکن ہم بڑے احترام سے گذارش کریں گے کہ اس پورے عرصہ میں کوئی ایسا مثبت کام نہیں ہوا جسے اسلامی نظام کے سلسلہ میں پیش رفت کا نام دیا جا سکے یا یوں کہا جا سکے کہ اس کام سے "عوام" کا فلاں مسئلہ حل ہو گیا ہے یہ صحیح ہے کہ جنرل صاحب نے بڑے نازک وقت میں عنان اقتدار کو ہاتھ میں لیا۔ بھٹو اور اس کے فاشی ٹولہ کو تھوڑا سا وقت اور مل جاتا تو ملک بری طرح خون خرابہ کا شکار ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور جنرل صاحب نے بھٹو کو اپنے قبضہ میں لے کر اس کا خواب پریشان کر دیا۔ اس موقعہ پر انہوں نے بڑی گرم جوشی سے انتخاب کا اعلان کیا۔ لیکن جلد ہی انہوں نے اس کو ملتوی کر دیا جن وجوہات کو انہوں نے التوا کا ذریعہ بتلایا ان پر گفتگو کی اس وقت چنداں ضرورت نہیں لیکن یہ بات کہنے میں ہمیں باک نہیں کہ موصوف نے جو جو اعلان کئے ان کی کوئی مثبت صورت سامنے نہیں آ رہی اور معاملہ ہنوز جوں کا توں ہے۔

انہوں نے اسلامی مشاورتی کونسل از سر نو بنائی اس کو مستقل با اختیار ادارہ قرار دیا لیکن اس کی کارکردگی کیا ہے؟ سارا ملک اس سے واقف ہے۔ حیرت تو یہ ہے کہ اس کے سب سے زیادہ معزز و محترم رکن، حضرت العلام مولانا محمد یوسف بنوری کے انتقال کو سال کے قریب ہونے والا ہے لیکن ابھی تک ان کی جگہ پُر نہیں کی گئی اور کونسل کے با اختیار ہونے کا بھی بھرم کھل چکا ہے کہ اس کی سفارشات روایتی طور پر سرد خانہ میں پڑی ہیں حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ جرأت و دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلامی نظام کے سلسلہ میں عملی اقدامات اٹھائے جاتے اور اس کے لیے مستقل حکومت کے قیام یا انتخابات جیسے جھمیلوں کا لحاظ نہ کیا جاتا کیونکہ اسلام جو عملی دین ہے وہ ایسے خرخشوں کا محتاج نہیں جبکہ ہماری دیانتدارانہ

پبلشر مولانا عبیداللہ انور - پرنٹر الٰہی بخش - مطبع کاسمو پرنٹرز ۴۸۰ موری گیٹ لاہور

رائے میں انتخاب وغیرہ کا مروجہ طریق ہی ناقص ہے اور اس سے مسائل حل ہونے کی بجائے الجھتے ہیں جماعتی بنیادوں پر انتخاب کسی درجہ میں سودمند ہو سکتے ہیں لیکن ان کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ بدقسمتی سے اسلامی نظام کے سلسلہ میں قریب ترین لوگوں کا رویہ ان کے ماضی کے پیشِ نظر بہرحال قابلِ اطمینان نہیں اس لیے یہ سُست روی ہمارے لیے دردِ سر بنی ہوئی ہے۔

یہاں تو مصلحتوں سے بالاتر ہو کر کام کرنے کی ضرورت ہے اور بس۔ کبھی کبھی بعض بعض مقامات پر چھوٹی موٹی سزاؤں کا جو چرچا ہوتا ہے اس سے بداندیش افراد کو نئے نئے شگوفے چھوڑنے اور اسلام جیسے دینِ فطرت کے خلاف غوغا آرائی کا موقع ملتا ہے کیونکہ معاشرتی اصلاح اقتصادی فارغ البالی اور سستا انصاف وہ بنیادی ضروریات ہیں جن کے بغیر محض تعزیر کم فائدہ اور زیادہ نقصان کا باعث بنتی ہے۔

انہوں نے احتساب کا ڈول ڈالا۔ ہماری ناقص رائے میں یہ بہت ضروری تھا لیکن سست رفتاری سے یہ کام ہو رہا ہے اس سے سبھی لوگ پریشان ہیں۔ ان کی ناقص کارکردگی اور احتساب کرنے والے ہاتھوں کی "روایتی دیانتداری" کسی حد تک کالی بھیڑوں کو سچائی کا پروانہ دے چکی ہے اور جن لوگوں کو "نااہل" قرار دے دیا گیا ہے ان کا بقول مولانا مفتی محمود کیا بگڑے گا؟ کیونکہ اصل ضرورت تو ان کی جائیدادیں ضبط کرنے اور ان کے اکاؤنٹ منجمد کرنے اور ان سے لوٹ کھسوٹ کا پورا حساب لینے کی ہے۔

عوام اپنے مسائل کے پیشِ نظر سخت پریشان ہیں۔ سیمنٹ اور گھی جیسی چیزوں کا حشر سب کو معلوم ہے۔ آٹے دال کا بھاؤ، بیوروکریسی کے ان شرم و حیا سے عاری لوگوں کو کیا معلوم؟ جنہیں بنگلہ و دفتر میں بیٹھے سب کچھ مہیا ہو جاتا ہے اور جن کے رگ و ریشہ میں حرام لقمے ایسے رچ بس چکے ہیں۔ کہ اب انہیں حلال ہضم ہی نہیں ہوتا۔ کبھی کبھار کسی محکمہ کے چند افسروں کی معطلی کو شاید مسائل کا حل سمجھ لیا گیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ مسائل کا حل نہیں بلکہ بیوروکریسی کے لوگوں کا سخت ترین احتساب اور ان کے قومی جرائم پر انہیں عبرت ناک سزا دینا از بس ضروری ہے۔ سیاست والوں کے احتساب سے ان کا احتساب زیادہ ضروری ہے اور ایسا سخت کہ ان میں سے کوئی آدمی آئندہ رشوت و سفارش، کاہلی و سستی اور حرام خوری کی جرأت نہ کر سکے۔ یہ کالے صاحب جو آج بھی ہمارے دفاتر میں فرعونِ بے ساماں بن کر بیٹھے ہیں ملک کی مشکلات کا اصل باعث ہیں لیکن سبھی جانتے ہیں کہ ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔

ان بیوروکریٹ کے ساتھ ساتھ وہ نودولتئے جو گاؤں میں چودھری اور جاگیردار کی شکل میں اور شہر میں صنعت کار وڈیرے کی شکل میں موجود ہیں ان کا احتساب کیوں نہیں ہوتا؟ کیا اس وجہ سے کہ ان پر ہاتھ ڈالنے سے سوشلسٹ و کمیونسٹ ہونے کا الزام لگتا ہے؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مخصوص ذہنیت کے مالک افراد خاص مواقع پر اس مکّار و چالباز طبقہ کے تحفّظ کے لیے میدان میں آ جاتے ہیں اور قرآن و سنّت کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے ان کے بچاؤ کا سامان کر کے مفلوک الحال طبقہ کو دینِ اسلام سے بیگانہ و باغی کرنے کی دانستہ سازش کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام جہاں جائز دولت کا پورا پورا تحفظ کرتا ہے وہاں ناجائز دولت کی بیخ کنی کی بھی زبردست تلقین کرتا ہے۔ آج کے اس نودولتئے طبقہ میں تلاش کریں کہ کتنے لوگ ہیں جنہوں نے خون پسینہ کی کمائی سے جاگیر و کارخانہ کا انتظام کیا اور کتنے ہیں جنہوں نے انگریز اور بعد کی حکومتوں سے سیاسی رشوتیں لیں؟ جب یہ طے ہو جائے تو اس قسم کے قارون صفت لوگوں کو ان کی دولت سمیت زمین میں گاڑ دینا اسلام کا بنیادی تقاضہ ہوگا نہ کہ کمیونزم یا سوشلزم! مؤخر الذکر نظام سرمایہ دارانہ نظام کی بگڑی ہوئی شکل۔ اس کا ردّ عمل اور صحیح لفظوں میں دولت کے معاملہ میں انصاف و عدل کے تقاضے پامال کرنے والوں کے لیے فطرت کی تعزیر و تنبیہ ہے جب کہ اسلام "گردشِ دولت" اور "عفو" کا علمبردار ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ

یہ طبقہ ہر آنے والے کی ناک کا بال بن کر قوم کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتا ہے ۔ بیوروکریٹ اور اس طبقہ کی ملی بھگت عوام کی ضروریات کی کمیابی و نایابی اور ان کی گرانی کا ذریعہ بنتی ہے اور بس ۔

اس لیے ہم جناب جنرل صاحب سے گزارش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ وقت کی قدر کرتے ہوئے فراستِ صدیقی اور دُرّہ فاروقی کو عمل میں لائیں نیکی کی ترویج اور بدی کے استیصال کے لیے سینہ سپر ہو جائیں ۔ اگر کوئی آپ کا ساتھ نہیں دیتا تو تن تنہا ہر محاذ پر جنگ چھیڑ دیں ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی نصرت اور بے کس و مظلوم انسانوں کی دعائیں آپ کا ساتھ دیں گی اور آپ کامیاب و کامران ہوں گے ۔ بصورتِ دیگر ہمیں خطرہ ہے کہ کوئی ایسا بحران جنم نہ لے جس کو کوئی سنبھال نہ سکے ۔

ہمیں امید ہے کہ آپ پوری توجہ سے ہماری معروضات پڑھ کر دوشِ عمل پر سوار ہو جائیں گے اور جب تک بدی کا قلع قمع نہ ہو جائے گا چین سے نہ بیٹھیں گے ۔

وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنة و یکون الدین للہ ۔

ان لوگوں کو لگام دیں

۱۹۷۴ء کی تحریک کے پیشِ نظر مرزائیت کو آئینی طور پر کافر قرار دے دیا گیا لیکن انگریز کے ناپاک خون کی پیداوار یہ ٹولہ مسلم آزاری و دین دشمنی سے باز نہیں آ رہا ۔ ان کا پریس بالخصوص وہ شیطنت پھیلا رہا ہے کہ الاماں ! وہ مکروہ لٹریچر جس میں معتقدات دینی اور رجال اسلامی کی توہین ہے مسلسل چھپ رہا ہے ، بک رہا ہے ، تقسیم ہو رہا ہے ۔ ان کے ماہنامہ ، ہفت روزہ اور روزنامہ چیتھڑے اپنے "پدر بزرگوار" کی روایتی زبان میں ہذیان گوئی کا مسلسل مظاہرہ کر رہے ہیں ۔ آئین کے پاسبانوں اور وارثوں کی موجودگی میں آئین کی مٹی پلید کر رہے ہیں لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی ۔ اس کے برعکس کوئی غریب مسلمان "کذاب قادیاں" کو کذاب کہہ دے تو اسے جیل بھیج دیا جاتا ہے (جیسا کہ پچھلے دنوں مولانا منظور احمد چنیوٹی کو بھیجا گیا)

ہمارے سامنے قادیانی زبان کے شاہکار ہفت روزہ "لاہور" کا ۴ ر جون کا پرچہ ہے طویل اداریہ میں جنرل چشتی صاحب کی تقریر کو سامنے رکھ کر جس طرح قرآن و سنت کی بدیہی حقیقتوں کا مذاق اڑایا گیا ہے اور آئین پاکستان کی مٹی پلید کی گئی ہے وہ انتہائی شرمناک ہے ۔ یہی حال ہر ہفتہ کی اشاعت کا ہوتا ہے اور باقی رسائل و جرائد کا بھی عالم ہے ۔ ۵۳ء ، ۷۴ء کے انداز دہرانے والے کروڑوں کی تعداد میں اب بھی موجود ہیں لیکن ہم خواہش رکھتے ہیں کہ ارباب حکومت خود متوجہ ہو کر اسوۂ صدیقی پر عمل پیرا ہو کر مسلم پنجاب کی ذریت کو صحیح سبق پڑھائے کیونکہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے ۔ ان کا مؤثر علاج وقت کی ضرورت ہے اور وقت سے سبق حاصل کرنا از بس ضروری ہے ۔

یہ سرکاری اہلکار

بھٹو گورنمنٹ نے حج پر جانے والی عورتوں کے لیے فوٹو لازم قرار دیا تو اس پر عام طور پر صدائے احتجاج بلند کی گئی حتیٰ کہ جب اسمبلی میں سوال ہوا تو دورِ حاضر کے سب سے بڑے منافق انسان حضرت مولانا کوثر نیازی بالقابہ نے یہ کہہ کر بات اڑا دی کہ یہ سعودی حکومت کا آرڈر ہے ۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی نے مولانا مفتی محمود کے نمائندہ کی حیثیت سے سعودی دنیا کی سب سے زیادہ مؤقر دینی و علمی شخصیت اور دینی اداروں کے سربراہ الشیخ بن باز سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے متعلقہ وزارتوں سے رابطہ قائم کر کے واضح طور پر تردید کی جس کا ذکر اس سے قبل ہم خدام الدین کے صفحات میں کر چکے ہیں ۔ شیخ بن بن باز کے خط کی نقل وزارت امور مذہبیہ کو ارسال کر کے اس حکم کو واپس لینے کا لکھا گیا تو وزارت کے سیکرٹری مسٹر تجمل حسین ہاشمی جن کا بصد مشکل اب تبادلہ ہوا ہے نے جو جواب دیا وہ ہمارے بیوروکریٹ کی ذہنیت و معلومات دینی و علمی کا صحیح غماز ہے ۔ موصوف نے لکھا ہے کہ :-

"جہاں تک شیخ موصوف (بن باز مدظلہ) کی عزت و احترام کا تعلق ہے وہ سب کی نظر میں یکساں ہے لیکن حج پاسپورٹ پر تصویر لگانا یہ حکومتی معاملہ ہے۔"

ہاشمی صاحب کو علم ہونا چاہیئے کہ موصوف نے حکومت کے ذمہ دار فرد کی حیثیت سے وہ خط لکھا ہے خیر اصل جس بات کی طرف توجہ دلانی ہے وہ امور مذہبیہ کے سابقہ سیکرٹری کا "مبلغ علم" ہے جس کے بل بوتے پر وہ اپنے آپ کو "شیخ الاسلام" سمجھتے اور علماء تک کے منہ آتے تھے وہ لکھتے ہیں۔

"پاسپورٹ پر شرعی تصویر لگائیں"

اب اس پڑھے لکھے ۔ ۔ ۔ ۔ سے کوئی پوچھے کہ وہ شرعی تصویر کیا ہوتی ہے؟ اور آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:۔

"حج پاسپورٹ پر خواتین کے لیے "شرعی فوٹو" کی شرط خود سعودی خواتین کے لیے بھی ہے"

پورے خط میں تین مرتبہ فوٹو اور تصویر کے ساتھ "شرعی" کا لفظ لکھ کر اس ذات شریف نے اپنی اہلیت کا ثبوت دیا ہے اور پھر کوئی یہ پوچھے کہ صاحب! اپنے ملک میں بھی پاسپورٹ ہوتے ہیں جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں تاثر دیا ہے؟ جو خواتین سعودیہ سے تعلق رکھتی ہیں ان کے لیے کیسا پاسپورٹ؟ اس طرح گویا ہاشمی صاحب نے اپنا رہا سہا بھرم بھی کھول دیا۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ اسی

ذات شریف نے رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس میں نمائندگی کرتے ہوئے مرزائیوں کے خلاف قرارداد کی مخالفت کر کے پاکستان کو رسوا کرایا تھا۔

بہرحال ہم چاہتے ہیں کہ اس قسم کے بزرجمہروں کو ٹاٹ کا لباس پہنا کر سرکاری جانوروں کے چرانے پر لگا دیا جائے کہ یہ لوگ آداب حکمرانی سے قطعاً ناواقف ہیں۔ باقی حکومت کو یہ سوچ لینا چاہیے کہ جو مستورات محض فوٹو کی وجہ سے حج پر جانے سے گریز کر رہی ہے ان کا وبال کس کے سر ہوگا؟

خطبہ جمعہ

عدل و انصاف کا دامن نہ چھوڑیئے

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸﴾ (المائدہ)۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ انصاف کرو۔ یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو، بے شک اللہ اس سے خبردار ہے۔

عدل و انصاف:

بزرگانِ محترم، معزز حاضرین و محترم خواتین!

قرآنِ حکیم میں بیسیوں جگہ عدل کا حکم دیا گیا ہے، تقویٰ کے قریب پہنچانے کا یہی واحد ذریعہ ہے اسلام کی تعلیم ہے کہ المسلم اخ المسلم مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کوئی چین میں بستا ہو یا افریقہ میں، امریکہ میں ہو یا جاپان میں جب کلمہ پڑھ لیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو اب وہ ہمارا بھائی ہے۔ جبر و اکراہ اسلام میں نہیں ہے، لیکن عدل و انصاف میں قانون ایک ہے۔ اِنِ الحکم الا للّٰہ۔ حکم ایک اللہ ہی کو بس کرتا ہے۔ اسی اللہ کا حکم ہے کہ عدل و انصاف کا دامن کسی حال میں بھی نہ چھوڑو۔

ماں باپ کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ربوبیت کا جو فریضہ اپنے ذمّے لے رکھا ہے اس کے ذریعہ انسان کے ماں باپ کو بنا دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ! مجھ پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ آپ نے فرمایا، تیری ماں کا۔ پھر پوچھا پھر فرمایا تیری ماں کا۔ چوتھی دفعہ باپ کا نام لیا ہے۔ ماں اولاد کے لیے کتنی تکالیف اٹھاتی ہے؟ نو 9 مہینے پیٹ میں اٹھاتی ہے۔ پھر اڑھائی تین سال اپنا جگر، اپنا خون، اپنا دودھ پلا کر پرورش کرتی ہے۔ دوسری طرف باپ اگر کما کر نہ لائے، بیوی بچوں کو تحفظ نہ دے تو پھر بھی کام نہیں بنتا۔ اس کا بھی حق ہے۔ اسی لیے فرمایا: فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا (بنی اسرائیل) اگر ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پاؤ تو ان کے سامنے کوئی ذرا سی بھی ایسی بات نہ کہو کہ ان کو تکلیف پہنچے اُف کا کلمہ کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

اخوّت اسلامی

ارشادِ ربانی ہے اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ (الحجرات، ۱۰) مسلمان عرب میں ہوں چین میں ہوں کہ فلسطین میں ہوں۔ سب آپس میں بھائی ہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ (الفتح ۲۹) اسلام قومیّت اور خاندان کے دائروں میں مقید نہیں رکھتا۔ بلکہ اُس کی برادری کے حلقے کی بنیاد کلمے پر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوتِ اسلام پیش کی تو آپ کے خاندان والے آپ کے دشمن بن گئے۔ لیکن دوسری

طرف ہم دیکھتے ہیں کہ سلمان فارسیؓ، صہیبؓ رومی اور بلال حبشیؓ کو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کا اتنا قرب نصیب فرما دیا کہ حضور نے فرمایا اَلسَّلْمَانُ مِنِّی ۔ یہ کتنا بڑا اعزاز ہے ؟

علاقائی نعرے :

بدقسمتی یہ ہے کہ عربوں نے یہی سبق بھلا دیا اور عرب قومیت کا نعرہ بلند کیا۔ جس سے وہ مختلف حصوں میں بٹ گئے اور اسلام کی وسیع بنیادوں پر نہ سوچا۔ معاندینِ اسلام نے ان کو یہ نعرے دے دیئے کہ مصر مصریوں کا ہے، حجاز حجازیوں کا ہے، عراق عراقیوں کا ہے۔ حالانکہ قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کبھی بھی مسلمانوں کے بہی خواہ نہیں ہو سکتے۔ وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ط (البقرہ - ۱۲۰) — ترجمہ: اور تم سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ تم ان کے دین کی پیروی نہیں کرو گے۔

توحیدِ خداوندی

ہمارے دادا مرحوم کی فطرت میں اللہ نے اسلام لکھا ہوا تھا۔ وہ مسلمانوں کو نماز پڑھتا دیکھتے اور دوسری طرف ہندوؤں کو بتوں کی پوجا پاٹھ کرتا دیکھتے تو ان کو محسوس ہوتا کہ اصل طریقہ مسلمانوں ہی کا صحیح ہے۔ کیونکہ بت تو مٹی سے انسان خود بناتے ہیں اور یہ عبادت کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں۔ عبادت کی مستحق تو وہی ذات ہو سکتی ہے جس نے زمین و آسمان کو بنایا، ہمیں بنایا اور ہماری زندگی، موت، صحت و تندرستی، رزق کی تنگی اور کشادگی جس کے ہاتھ میں ہے۔ قرآن میں اللہ نے فرمایا، اگر دو خدا ہوتے تو یہ نظامِ کائنات ہی نہ چل سکتا۔ چنانچہ ان کو اللہ نے اسلام کی دولت سے نوازا اور پھر حضرۃ رحمۃ اللہ علیہ جیسا مفسرِ قرآن ان کی اولاد میں پیدا کیا۔ جنہوں نے نصف صدی قرآن و حدیث کی تعلیمات کے ڈنکے بجاتے اور آج تک ان کی اولاد سے اللہ دین کا کام لے رہا ہے۔

ہے عیاں فتنۂ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اسلام میں قصاص :

ہم ان چیزوں کو مانتے ہوئے بھی عملاً اس کا انکار کرتے ہیں اسی لیے ہمارے ہاں نہ انصاف ہے، نہ دیانت ہے، نہ امانت ہے، نہ انسانیت ہے، نہ شرافت ہے، نہ خدا خوفی ہے (الا ماشاء اللہ)۔ ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ قتل کی سماعت کے بعد سابق سربراہ کو گردن زدنی قرار دے دیا تو ادھر اُدھر سے آوازیں آنے لگیں کہ ان کو چھوڑ دیا جائے، معاف کر دیا جائے، اور جب اتنی مخلوق خدا پٹ رہی تھی، قتل ہو رہی تھی۔ عورتوں، بچوں، طلباء، وکلاء، علماء پر گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی، اس وقت کسی کو خوفِ خدا نہ آیا؟ اس کو روکنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی؟ اسلام میں جان کے بدلے جان، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت کا قانون ہے وقتی طور پر تو انسان کو انسان دھوکہ فریب دے سکتا ہے، لیکن اس مالک و خالق کو کون دھوکہ دے سکتا ہے؟ وہ تو علیمٌ بذاتِ الصُّدُور ہے، وہ تو دلوں کے بھید جانتا ہے۔ یہاں پر تو دھوکہ دے بھی سکتا ہے۔ لیکن خدا کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے؟ مالکِ یَوْمِ الدِّیْن کی عدالت میں تو پیش ہونا ہی ہونا ہے اور وہاں ہر بات کا جواب دینا ہو گا۔ وہاں تو کسی کو دم مارنے کی بھی مجال نہ ہو گی۔ اگر یہاں کسی نہ کسی طرح چھوٹ بھی گئے مگر وہاں تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہونا ہی ہے اور اچھے بُرے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملنا ہے۔

مومن کی تعریف :

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مومن وہ ہے جو نہ دھوکہ دے نہ دھوکہ کھائے وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ جو اس کو دھوکہ دیتا ہے وہ خود ہی دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو انہی کے دھوکے میں مبتلا کر

دیتے ہیں۔ یہ جتنے بھی اپنے آپ کو عقل مند سمجھنے والے اور اسلام کا تیا پانچا کرنے کے مذموم عزائم رکھنے والے ہیں، خدا ان کا خود ہی بیڑہ غرق کرتا ہے۔

ہم مطیع و منقاد ہیں۔ ہم کلمہ پڑھ کے اللہ کی وحدانیت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اسی کو مالک، رازق، زندگی دینے والا، موت دینے والا، روزی دینے والا، اقتدار دینے والا، اولاد دینے والا، واپس لینے والا گردانتے ہیں۔ اتنا ہی فرق ہے ایک مومن میں اور ایک کافر میں۔

انصاف کے تقاضے:

اس ملک کے اندر اگر عدلِ معاشی، عدلِ عمرانی کی داغ بیل ڈالی جاتی اور دوسرے تمام معاملات میں اگر عدل و انصاف ہوتا تو آج صورتحال ہی کچھ مختلف ہوتی۔ آج جو کسی جگہ صاحبِ اختیار ہوتا ہے وہ اپنے اعزّہ و اقرباء کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ یہی حال تعلیمی اداروں کے اندر داخلوں کا ہے، یا سرکاری اداروں میں ملازمتوں کا ہے۔ یہ انصاف و عدل نہیں ہے۔ اگر خوفِ خدا ہے تو پھر عدل ضرور کرے گا۔ ورنہ قدم قدم پر بے انصافی ہو گی۔ جو عدل کریں گے وہ متقی ہوں گے اور جو متقی ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے محبوب دوست ہیں۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ جیسے (یونس: ۶۲) ان اللہ کے دوستوں کے لیے نہ خوف ہے کسی قسم کا اور نہ غم ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ انشاء اللہ نیک اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اس دن کسی قسم کا غم نہیں ہو گا، کہ ہم نے جس مقصد کے لیے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، حج کیے، زکاتیں دیں، تبلیغ کی، عدل کیا، انصاف کے تقاضے پورے کیے، اس دن انشاء اللہ وہ شاداں و فرحاں ہوں گے۔ ان کو کسی قسم کا غم نہ ہو گا۔ اس عدل پر، انصاف پر، یہاں معاملہ الٹا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اپنے بھائیوں یا دوستوں یا پارٹی والوں کی سفارش کرنا یہ صلہ رحمی ہے۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ اس سے بڑھ کر انصاف کا خون نہیں ہو سکتا۔ جو قرآن کی آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے۔ اس کا مفہوم یہی ہے کہ چاہے ماں باپ اور قرابت داروں کو بھی نقصان پہنچے لیکن عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

حضرت عمرؓ کا عدل

ایک دفعہ گورنر مصر کے بیٹے نے ایک قبطی کو پکڑ لیا اور مار پیٹ کے بعد اسے پھر چھوڑ دیا۔ وہ سیدھا حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ حضرت عمرؓ سے زیادہ انصاف کرنے والا کون تھا؟ یہی حضرت عمرؓ ہیں جن کے بارے میں نپولین نے کہا تھا کہ اگر ایک عمر اور ہوتا تو دنیا میں عدل و انصاف کے چرچے ہوتے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے فوراً اپنا فرستادہ سپاہی بھیجا اور فرمایا کہ جاؤ جا کر گورنرِ مصر اور اس کے بیٹے کو لے کر آؤ۔ وہ گیا اور ان کو لے آیا۔ آپ نے اس مظلوم کے ہاتھ میں درّہ دیا اور فرمایا کہ جتنے درّے اس گورنر کے بیٹے نے تمہیں مارے تھے۔ اس کو اتنے درّے لگاؤ۔ جب گورنر کے بیٹے کو اس نے دُرّے لگا لیے تو فرمایا اب اس کے باپ کے سر پر بھی مارو۔ اس نے کہا جناب گورنر کے بیٹے نے مجھے مارا تھا، میں نے اپنا بدلہ اس سے لے لیا، گورنر نے میرا کیا قصور کیا ہے؟ فرمایا اگر ان کے دماغ میں گورنری کا بھوت نہ ہوتا تو کبھی بھی اس کا بیٹا ایسی حرکت نہ کرتا۔ یہ باپ کی غلطی ہے جو بیٹے کو یہاں تک لے آئی ہے۔ اندازہ لگائیے یہ ہے عدل و انصاف کی درخشندہ مثال۔ جس نے اسلام کو چار دانگِ عالم میں پہنچایا۔

حضورؐ کا اسوۂ عدل:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی سے قصور ہوا اور اس کے لیے لوگوں نے سفارش کی، تو حضورؐ نے مسجد میں جا کر خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا پہلی امتوں کی تباہی کا باعث صرف یہی ہوا ہے کہ بڑا پکڑا جاتا تو معاف کر دیا جاتا اور غریب پکڑا جاتا تو قانون کا شکار ہو جاتا۔ اور پھر آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم ہے اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

دُعا:

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوۂ نبوی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ٭ ٭ ٭

مجالسِ ذکر

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہم

علمائے ربانی کا طائفہ منصورہ

آج کی مجلسِ ذکر میں ان مومنین کا تذکرہ کرنا ہے جو خدا کی زمین پر خدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔ سب سے زیادہ خدا کا خوف جن پر مسلّط ہے اور جن کے دل ہر وقت یادِ خدا میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ طبقۂ مومنین، یہ گروہ قانتین اور جماعت ذاکرین علمارِ ربّانیین ہیں۔

خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓءُ ۔ اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں سے علمار ہیں۔

چونکہ سلسلہ نبوّت تاجدارِ ختمِ نبوت پر ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے جو کام انبیار علیہم السّلام سر انجام دیتے تھے وہی فریضۂ دعوت و ارشاد کا اس امّت کے علمارِ کرام ادا کریں گے۔ اس خدمتِ دین اور اعلارِ کلمۃ اللہ کی اشاعت کا صلہ ان حضرات کو کیا ملے گا؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے "جنت میں علمار اور انبیار کے درجات میں صرف ایک درجہ کا فرق ہو گا۔

ایک دوسری حدیث میں آپ سے ثابت ہے: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِی عَلٰی اَدْنَاکُمْ۔ ایک عالم کو ایک عابد پر اس قدر فضیلت ہے جتنی مجھ کو اپنے ایک ادنیٰ اُمتی پر۔ سے

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

خدا و رسول کے نزدیک تو علمارِ کرام کا درجہ اس قدر ہو، لیکن اپنے معاشرہ پر جب آپ نگاہ ڈالیں اور مشاہدہ کریں تو خدا کے یہ برگزیدہ بندے، جنہوں نے روکھی سوکھی کھا کر اور چٹائیوں پر بیٹھ کر مخلوق سے داد و تحسین کی توقع رکھے بغیر اور صلہ کی آرزو کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی تمام زندگی خدا کے دین کی ترویج اور اشاعت میں صرف کر دی۔ انہی حضرات کے متعلق لوگوں کی اکثریّت زبانِ طعن دراز کرتی ہے۔ او مُلّا، اوئے صوفی، ٹکڑے پن حلوہ خور اور نہ معلوم کتنے ہی بیہودہ الفاظ ان علمارِ حقّانی کے متعلق سننے میں آتے رہتے ہیں۔ اگر نئی روشنی کا کوئی فرد کسی مجلس میں چلا جائے تو تمام اٹھ کر مصافحہ کریں گے۔ لیکن کوئی عالم دین کسی راستے، کسی گلی کوچے سے گزرے تو آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے اشارہ بازی شروع ہو جاتی ہے اور مختلف فحش فقرے کسے جاتے ہیں۔ ایک سپاہی اور پٹواری کا ہم جس قدر احترام کرتے ہیں۔ اتنا بھی ایک عالم دین کا احترام نہیں۔ آج سرکاری دفاتر میں ایک چپڑاسی کی تنخواہ تین چار سو روپے ماہانہ ہے۔ لیکن ایک عالم دین جو رات دن مسجد میں رہتا ہے۔ درس، خطابت، امامت کے ذریعہ خدا کے دین کی خدمت کرتا ہے تو اسے ڈیڑھ دو سو بہت تیر مارا تو تین سو روپے ادا کر دیتے ہیں۔ اور کہتے پھرتے ہیں ہم خطیب صاحب کی بڑی معقول خدمت کرتے ہیں۔ حالانکہ مہنگائی کے اس دور میں ایک عیالدار انسان کے لیے تین سو روپے کیا چیز ہے۔ فکرِ معاش کے ساتھ ہر وقت دل کو یہ دھڑکا کہ کب ذرا سی بات پر مسجد سے اخراج کا حکم صادر ہو جاتے۔ ان باتوں کے پیشِ نظر بعض علمار مداہنت پر اتر آتے ہیں۔ حق اور باطل میں التباس پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کے اس جرم میں آپ بھی شریک ہیں۔ کہ آپ ان کے حقوق کی پاسداری نہیں کرتے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں علمارِ کرام کے پاس بیٹھنے ان کے حقوق کو بجا لانے، ان سے کسبِ فیض کرنے اور ان کا احترام اپنے دلوں میں بسانے کی توفیق عطا فرماتے۔ انگریز نے سرکاری کاغذات میں علمارِ کرام کو نائی، دھوبی، موچی وغیرہ ان لوگوں کی فہرست میں رکھا کہ یہ پیشے ان کے نزدیک اور عوام کالانعام کے نزدیک معیوب سمجھے جاتے تھے۔ اور آج تک ہم اس ڈگر پہ چل رہے ہیں۔ خدا ہمیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ تاکہ ہم حقائق کو پہچان سکیں۔ آمین؟

درسِ حدیث

حضرت العلام حافظ نورالحسن صاحب

عن ابی مالک الاشعریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطہور شطر الایمان ۔ الخ

اس حدیث کے راوی حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان مسائل کا عنوان طہارت ہے جو اردو میں بھی مستعمل ہے اس کا مادہ ط۔ ہ۔ ر ہے۔ طہور کا معنی پاکیزہ ہونا، پاکیزہ بنانا، پاکیزگی دو لفظ ہم بولتے ہیں وضو اور وَضوء فرق یہ ہے کہ وضو تو وہ عمل ہے جو نماز سے پہلے کیا جاتا ہے۔ (وضو واؤ کے ضمہ کے ساتھ)۔ اور وضو واؤ کے فتحہ کے ساتھ حدیث میں عام طور پر آتا ہے۔ یہ اس پانی کو کہا جاتا ہے جس سے وضو کیا جاتا ہے) ایسے طہور میں ط کا پیش ہو تو پاکیزگی اور پاک ہونا لیکن ط کا زبر ہو تو مراد وہ چیز جس سے پاکیزگی حاصل کی جائے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ طہارت ایمان کا نصف ہے۔ اس سے اس کا درجہ معلوم ہوتا ہے اور شطر کا معنی جز بھی ہوتا ہے۔ فولّ وجهك شطر المسجد الحرام۔ دوسری قومیں صفائی کا ہم سے زیادہ ہی خیال رکھتی ہیں لیکن ان کا مقصد ظاہری صفائی سے باطن کا تزکیہ نہیں ہوتا بلکہ وہاں محض بیماری وغیرہ کے جراثیم کا خوف ہوتا ہے گویا یہ خوف نہیں تو ان کے یہاں صفائی کی ضرورت نہیں لیکن اسلام میں یوں نہیں بلکہ یہاں تو باہر کی صفائی کا انسان کی باطن کی صفائی سے خاص تعلق ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی صفائی و نظافت کے متعلق جو کچھ ہم شمائل میں پڑھتے ہیں اس پر تعجب ہوتا ہے کہ ایسا ایک پیغمبر ہی کر سکتا ہے۔ مسلمان کے لیے عمدہ کپڑا نہیں ستھرا کپڑا ضروری ہے۔ میلا اور کچیلا کپڑا شرعاً صحیح نہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام عمامہ باندھے ہوئے تھے اس پر تیل سا لگا تھا۔ محدثین کو پریشانی ہوئی کہ آپ کے عمامہ پر میل؟ اخیر میں نتیجہ یہ کی کہ آپ اپنے عمامہ کو تیل سے بچانے کے لیے نیچے ایک "صافہ" باندھے ہوئے تھے اس کا کوئی کونہ نظر آگیا ہوگا۔ کپڑا پھٹا ہوا ہو تو مضائقہ نہیں لیکن ستھرا ہونا ضروری ہے بلکہ اگر کوئی ریاکاری کے نقطہ نظر سے نہیں واقعۃً پھٹا کپڑا پہنتا ہے تو بڑی خوشی کی بات ہوگی کہ یہ شخص حلال کی کمائی کھاتا ہے۔ بہرحال عمدگی نہیں ستھرائی ضروری ہے۔

کوئی کافر اسلام قبول کرے تو اس کے کفر کے دور کے تمام چھوٹے بڑے گناہ ختم کر دیے جاتے ہیں۔ ریکارڈ سوخت کر دیا جاتا ہے ابھی آپ سماعت فرمائیں گے کہ صغائر چھوٹے گناہ وضو سے دُھل جاتے ہیں لیکن اس سے صغائر بھی دھل جاتے ہیں کبائر بھی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ وضو کرنا اور صفائی اختیار کرنا یہ ایمان کا آدھا حصہ ہے۔

والحمد للہ تملأ المیزان۔

یہ جو الفاظ عرض کرونگا یہ تکیہ کلام کے طور پر استعمال نہ ہوئے ہوں تو پھر یہ اجر مرتب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص قصد و ارادہ سے کوئی پاکیزہ کلمہ کہے، خدا کو یاد کرے تو بڑا اجر و ثواب ہے منجملہ ان کلمات کے الحمدللہ جو کہے تو اس نے اپنی عاجزی اور اللہ کی عظمت کا اقرار کیا تو گویا پورا ترازو ثواب سے بھر جاتا ہے۔

گویا یہ محض بہانہ ہے کہ اتنا سا جملہ اور اتنا ثواب!

طہارت و پاکیزگی

وسبحان اللہ والحمد للہ۔ تملاٰن او تملأ مابین السماء والارض جو کوئی کہے سبحان اللہ (اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے) اور پھر الحمد للہ کہے۔ زمین و آسمان کے درمیان جتنی فضا ہے وہ اس کے اجر و ثواب سے بھر دیتے ہیں۔

والصلوٰۃ نور۔ نماز نور ہے اس لیے کہ انسان فحشاء اور منکرات سے بچتا ہے تو نماز کے ذریعہ زندگی کی مختلف شاخوں میں نور بصیرت ملتا ہے تو نماز سے ملتا ہے! آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن قرآن کا بتلایا ہوا اثر مرتب نہیں ہوتا؟ جواب یہ ہے کہ آپ ڈاکٹر سے نسخہ لاتے ہیں اور اس نے چار دوائیں لکھ دیں، اس کی خوراک وغیرہ بتلا دی لیکن آپ اس کی ہدایت کا لحاظ نہیں رکھتے کبھی ما اتفق کھا کر عدم اثر کی شکایت کرتے ہیں۔ تو قصور کس کا؟ گویا کوئی نماز کے اعمال کو پابندی سے بجا لاتا ہے لیکن اثر نہیں ہوتا تو اس کو اپنے نسخہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے نماز صحیح نہیں۔ اگر صحیح ہوتی تو اثر ضرور ہوتا۔ (صحیح طریقہ طہارت کے بعد آئے گا۔ انشاء اللہ)

والصدقۃ برہان۔ صدقہ خیرات ایمان کی دلیل ہے۔ کوئی شخص کلمہ تو پڑھ سکتا ہے لیکن جس کا کلمہ پڑھا اس کی راہ میں خرچ کرنے سے تامل ہوتا ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر میں اعلان کر دوں کہ عشاء کے بعد تمہیں بھنا ہوا گوشت ملے گا تو مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہے گویا جہاں لینے کی توقع ہو وہاں یہ پوزیشن اور جہاں دینے کی پوزیشن ہو وہاں تامل کرتا ہے۔ اس لیے صدقہ کی ترغیب دی۔ صدقہ چھوڑ کر زکوٰۃ واجبہ کی ادائیگی کا مسئلہ معلوم ہے جبکہ آپ کا ارشاد ہے۔ ان فی المال حقا غیر الزکوٰۃ کہ تمہارے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی خرچ کرنا حق اور فرض ہے۔

والصبر ضیاء۔ صبر کے اصل معنی روکنا ہے۔ کبھی برائی کی خواہش پر نفس کو روکنا یہ بھی صبر ہے اور نیکی کے کام پر تکلیف کے باوجود قدم جمائے رکھنا یہ بھی صبر ہے۔

صبر کے بعد عن آئے تو بچ گیا علیٰ آئے تو جم گیا۔ نواہی سے بچنا دونوں ہی سے صبر کا تعلق ہے۔

پھر فرمایا کہ قرآن قیامت میں تمہارے لیے بھی دلیل ہو سکتا ہے اور تمہارے خلاف بھی۔ ہم خدا کو نہیں دیکھ سکتے لیکن یہ کیا کم ہے کہ ہم اس کے کلام کو پڑھتے اور سنتے ہیں۔ اس کی اہمیت کو محسوس کریں۔ محض اس سے تبرک و تیمن بھی صحیح ہے لیکن یہ اس لیے اترا نہیں' اترا اس لیے ہے کہ اس کے مطابق زندگی گذاریں تب تو یہ ہمارے لیے حجت ہوگا ورنہ ہمارے خلاف حجت ہوگا۔

کل الناس یغدو الخ۔ آپ صبح کے وقت گھر سے نکل کر سڑک پہ آ کھڑے ہوئے۔ آپ دیکھیں گے کہ انسانوں کا ہجوم اِدھر سے اُدھر جا رہا ہے۔ ہر آدمی مصروف نظر آئے گا؟ یہ کبھی سوچا کہ ایسا کیوں؟ یہ ساری بھاگ دوڑ کیوں؟ یہ سب دنیا کی خاطر ہے لیکن آٹھ گھنٹے دنیا کی خاطر خرچ کیے ہیں تو آٹھ منٹ ہی دین کی خاطر خرچ کر دو۔ آپ نے فرمایا کہ صبح کے وقت ہر شخص گھر سے نکلتا ہے تو سودا کرتا ہے کوئی بدی خریدتا ہے کوئی نیکی! اگر حلال لایا تو اپنی خیریت کا سامان کر لایا۔ حرام لایا تو برعکس! ہر آدمی کو سوچنا چاہیے کہ بالادستی دین کی رہنی چاہیے۔ دین مجروح نہ ہو تو دنیا کا فائدہ ٹھیک ہے لیکن اس کے برعکس نقصان ہی نقصان اور گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔

اللہ تعالےٰ نقصان سے محفوظ فرمائے۔

امام ابو حنیفہ قدس سرہ

مولانا ظفر احمد داھگہ

تاریخ ولادت وغیرہ

تاریخ خطیب اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں سند صحیح سے نقل ہے کہ امام صاحبؒ کے پوتے حضرۃ اسماعیلؒ بن حمادؒ بن نعمانؒ بن ثابتؒ بن مرزبانؒ فارس کے ابناء احرار میں سے ہے۔ اور خدا کی قسم ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا۔ آپؒ کے آباؤ اجداد رؤسا میں سے تھے۔ آپ کے والد حضرت ثابتؒ کپڑے کے بڑے تاجر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرۃ علیؓ نے ان کے اور ان کے خاندان کے لیے دعاء فرمائی تھی۔ (تاریخ بغداد) آپ ۸۰ ھجری میں پیدا ہوئے۔ سنہ ولادۃ میں اختلاف ہے۔ علامہ کوثری مصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۸۰ ھجری کو قرائن سے ترجیح دی ہے۔ آپؒ ۹۳ھ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کو گئے وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث صحابی رسول رضی اللہ عنہ سے ملے اور حدیث سنی۔ پھر آپؒ ۹۶ھ میں دوبارہ حج کے لیے تشریف لے گئے اور اس وقت جو صحابہ کرامؓ حیات تھے ان سے ملے دُرِّ مختار میں ہے کہ آپؒ نے بیس (۲۰) صحابۂ رسول کو دیکھا ہے۔ اور خلاصہ واکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ آپ نے چھبیس (۲۶) صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔

سکونت

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا وطن کوفہ حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ کیونکہ کوفہ میں ان گنت صحابہ کرامؓ تھے۔ طبقات ابن سعد میں ایک ہزار سے زیادہ فقہاء کوفہ کا ذکر ہے۔ جن میں ڈیڑھ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ کوفہ میں تین سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بیعت الرضوان میں شریک ہونے والے تھے اور ۷۰ بدری صحابہ تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ احکام حج کے لیے مکہ معظمہ قرأت قرآن کے لیے مدینہ عالیہ اور حلال وحرام کے لیے کوفہ مرکز ہیں۔ (معجم البلدان)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علوم نبوت کے تین مرکز تھے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ عالیہ اور کوفہ مکہ شریف کے صدر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ مدینہ عالیہ کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ (اعلام الموقعین)

حضرت عبدالجبار بن عباس رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ میرے والد حضرت عطاءؒ بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ نے محدث مکہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا تمہارا مکان کہاں ہے؟ سائل نے کہا کوفہ۔ حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ تعجب ہے تم مجھ سے مسئلہ پوچھ رہے ہو۔ مکہ والوں نے تو علم کوفہ والوں سے سیکھا ہے۔ (طبقات ابن سعد) کوفہ میں چار ہزار سے زیادہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے، اور آٹھ ہزار سے زیادہ حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد تھے۔ غرض حضرۃ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے علمی مرکز میں تربیت و تعلیم حاصل کی۔ اور علمائے حرمین شریفین سے بھی برابر استفادہ فرماتے رہے۔ اسی لیے امام صاحب کے شیوخ کی تعداد چار ہزار تک آئی ہے۔

حضرت امام صاحب کے اساتذہ میں صحابہ کے بعد اعلیٰ درجہ کے اہل علم و فضل تابعینؒ تھے۔

حضرت امام اعظمؒ کے بارے میں حدیثی بشارت

محدث کبیر علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ میں تحریر فرمایا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے امام اعظمؒ کے بارے میں بشارت دی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ لِاَبْنَاءِ فَارِس (مسلم) ترجمہ:۔ اگر ایمان ثریا پر بھی معلق

ہو تو فارس کے کچھ لوگ وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔

شیرازی نے القاب ... قیس بن سعد بن عبادہؓ سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ اگر علم ثریّا پر بھی معلّق ہو تو ان کو ابنار فارس کی ایک قوم ضرور حاصل کرلے گی۔

قیس بن سعد سے معجم طبرانی میں ہے اگر ایمان ثریا پر بھی معلّق ہو گا کہ عرب اس تک نہ پہنچ سکے تو بھی ابنار فارس اس کو حاصل کر لیں گے۔

حضرت ابنِ مسعودؓ سے معجم طبرانی میں اس طرح ہے کہ اگر دین ثریا پر بھی معلق ہو کچھ لوگ ابنا فارس کے اس کو ضرور ہی حاصل کر لیں گے۔ یہ سب تفصیل علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ذکر فرمائی ہے۔ یہ حدیث شریف اصل کے اعتبار سے صحیح ہے۔ بشارت و فضیلت کے اعتبار سے معتمد ہے۔ اور اس کے ہوتے ہوئے حضرت امام اعظم کے فضائل میں کسی غیر معتمد حدیث کی ضرورت نہیں۔ جس طرح امام مالکؒ یا امام شافعیؒ کے بارے میں دو۲ حدیثیں بشارت و فضیلت کے طور پر آئمہ کرامؒ نے ذکر کی ہیں وہ کافی ہیں۔

حضرت امام اعظم تابعی تھے:

علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ نے شرح مشکوٰۃ شریف میں تصریح کی ہے کہ حضرت امام صاحبؒ نے آٹھ صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا ہے۔ اور حضرت انس بن مالکؓ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ نے بھی تہذیب التہذیب صہ ۴۴۹ جلد ۱۰ میں تصریح کی ہے کہ امام اعظمؒ نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔ حافظ نے تذکرۃ الحفّاظ میں لکھا ہے کہ حضرۃ انسؓ جب کوفہ تشریف لائے تو حضرۃ امام اعظمؒ نے کئی دفعہ دیکھا (زیارت کی)۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب پیشوائے غیر مقلّدین نے باوجود تعصّب و مخالفت کے اتاج المکلل میں روایت حضرت انسؓ کا اقرار کیا ہے۔ اور خطیب کی تاریخ بغداد سے اس کو نقل کیا ہے۔ الغرض ۲۷ محدّثین محققّین نے اقرار فرمایا ہے جو تابعی ہونے کے لیے کافی ہے۔

حضرۃ امام اعظم کا علم

حضرت حمّادؒ حلقۂ درس میں حضرۃ امام صاحب کے سوا کوئی سامنے نہ بیٹھتا تھا۔ دس برس ان کی خدمت میں رہے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت حمادؒ آپؒ کو اپنی جگہ بٹھا کر کہیں باہر تشریف لے گئے۔ حضرۃ امام صاحب لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے رہے۔ جن میں وہ سوالات بھی آئے جو استاذ سے نہ سنے تھے۔ حضرت استاذ کی واپسی پر وہ سب مسائل ان کی خدمت میں پیش کیے جو ساٹھ تھے۔ استاذ نے چالیس۴۰ پر اتفاق کیا اور بیس۲۰ سے اختلاف۔ حضرت امام صاحبؒ نے قسم کھائی کہ ساری عمر حاضرِ خدمت رہوں گا۔ پھر بعد کا زمانۂ رفاقت اٹھارہ سال ہوا۔ حضرۃ حمادؒ کے بیٹے اسماعیل نے بیان کیا کہ ایک بار والد صاحبؒ سفر میں گئے اور کچھ دن باہر رہے۔ واپسی

پر میں نے عرض کیا - ابا جان! باہر رہتے ہوئے آپ کو سب سے زیادہ کس کو دیکھنے کا شوق تھا؟ تو ارشاد فرمایا، ابوحنیفہؒ کو - اگر یہ ہو سکتا کہ میں کبھی بھی نگاہ ان کے چہرے سے نہ ہٹاتا تو یہی کرتا۔

عبادت و ورع

حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ میں نے کوفہ پہنچ کر کوفہ والوں سے دریافت کیا کہ یہاں سب سے زیادہ پارسا کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ابوحنیفہؒ - ان ہی کا دوسرا قول یہ ہے کہ میں نے امام اعظمؒ سے زیادہ پارسا کوئی نہیں دیکھا حالانکہ دُرّوں سے، مال و دولت سے ان کی آزمائش کی گئی - سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ ہمارے وقت میں ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر مکہ شریف میں کوئی آدمی نماز پڑھنے والا نہیں آیا۔ ابومطیعؒ کا قول ہے کہ میں قیام مکہ کے زمانہ میں رات کی جس ساعت میں طواف کو گیا حضرت ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کو طواف میں مصروف پایا - ابوعاصمؒ کا قول ہے کہ کثرت نماز کی وجہ سے حضرت ابوحنیفہؒ کو لوگ میخ کہنے لگے تھے۔

شب بیداری و قرآن خوانی

یحییٰ بن ایوب الزاہدؒ کا قول ہے کہ امام اعظمؒ رات کو نہیں سوتے تھے اسعد بن عمروؒ کا قول ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ شب کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ جس مقام پر سیدنا امام اعظمؒ کی وفات ہوئی ہے وہاں امام صاحب نے سات ہزار قرآن ختم کئے تھے۔

ابوالجویریہ کا قول ہے کہ میں حماد بن ابی سلیمانؒ، محارب بن دثارؒ، علقمہ بن مرثدؒ، عون بن عبداللہؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہا ہوں - میں نے ان سب میں کسی کو ابوحنیفہ سے بہتر شب بیدار نہیں پایا - مہینوں ان کی صحبت میں رہا - لیکن ایک رات بھی ان کو پہلو لگاتے نہیں دیکھا۔

مسعر بن کدامؒ نے بیان کیا کہ ایک رات میں مسجد میں گیا تو کسی کے قرآن پڑھنے کی دلکش آواز سنی جو دل میں اتر گئی - اور وہ پڑھتے ہی رہے - یہاں تک کہ قرآن پورا ہو گیا، اور ایک رکعت ہوئی - میں نے دیکھا تو وہ حضرت ابوحنیفہؒ تھے۔

خارجہ بن مصعبؒ کا قول ہے کہ خانہ کعبہ میں چار اماموں نے پورا قرآن پڑھا ہے - حضرت عثمانؓ، تمیم داریؓ، سعید بن جبیرؒ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ۔

قاسم بن معینؒ کا بیان ہے کہ ایک رات امام ابوحنیفہؒ نے نماز میں ایک آیت بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ پڑھی - تمام رات اسی آیت کو دوہراتے رہے اور شکستہ دلی سے روتے رہے۔

جود و سخاوت

حضرت امام صاحبؒ ہر شخص کی التجا پوری فرماتے تھے - سب کے ساتھ احسان فرماتے - مال تجارت بغداد بھیجتے اور اس قیمت کا مال کوفہ منگواتے، پھر سالانہ منافع جمع کر کے شیوخ محدثین کے لیے ضروری اشیاء خریدتے - خوراک پوشاک وغیرہ جملہ ضروریات کا انتظام فرماتے اور نقد بھی دیتے - امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ امام صاحب ہر سائل کی ضرورت پوری فرماتے - بادشاہوں کے عطیوں سے ہمیشہ بچتے رہے - خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ آپ کو تیس ۳۰ ہزار روپے بھیجے - آپ نے خلاف مصلحت سمجھ کر کہا کہ میں بغداد میں مسافر ہوں - اجازت دیجئے کہ یہ رقم خزانہ شاہی میں میرے نام سے جمع ہوتی رہے - منصور نے منظور کر لیا - بعد وفات منصور نے سنا کہ اس حیلہ سے احتراز کیا ہے - اور یہ بھی سنا کہ امام صاحب کے پاس لوگوں کی امانتیں پچاس ہزار روپے کی تھیں - جو بعد وفات پوری پوری ادا کر دی گئیں - تو منصور نے کہا کہ حضرت امام صاحب میرے ساتھ چال چل گئے - (اپنے آپ کو محفوظ رکھا)۔

آپ کی امانت داری مسلّم تھی - وکیعؒ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ابوحنیفہؒ بڑے ایماندار تھے - اللہ تعالیٰ کی جلالت و کبریائی ان کے دل میں بھری ہوئی تھی - اور فرمایا جب امام صاحبؒ اپنے بال بچوں کے کپڑے بناتے تو ان کی قیمت کے برابر صدقہ بھی کرتے - جب خود نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے برابر شیوخ و علماء کرام کے لیے بھی لباس تیار کراتے - جب کھانا سامنے آتا تو اول اپنی

خوراک سے دوگنا نکال کر کسی محتاج کو دے دیتے۔ ٭ ٭ ٭

یہاں تک مضمون انوار الباری تالیف سید احمد رضا بجنوری سے لیا گیا ہے۔ اب حضرت شیخ المشائخ سیدنا ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری عرف داتا گنج بخش لاہور نور اللہ مرقدہٗ کی کتاب کشف المحجوب صہ ۲۱۲ سے نقل کرتا ہوں۔ ٭ ٭

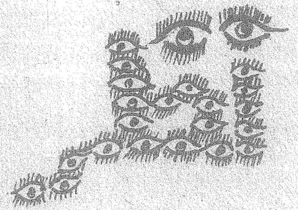
حضرت ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

صلحاء کرام کے تذکرہ میں اس عنوان سے فرماتے ہیں۔ انہیں میں امام اماماں شرف فقہاء و علماء حضرت امام اعظم ہیں۔ آپ مجاہدات و عبادت میں نہایت ثابت قدم تھے۔ طریقت کے اصول میں بڑے جلیل القدر امام مانے گئے۔ حتیٰ کہ ابتدائے زمانہ میں آپ نے عزم عزلت نشینی کا کیا اور مخلوق سے بیزاری اختیار فرمائی۔ چاہتے تھے کہ مخلوقات سے علیحدہ ہو کر دل کو ریاست و جاہ مخلوق سے پاک فرمائیں۔ اور خالص رب جل شانہٗ کی عبادت و اطاعت پر کمر باندھیں۔ ایک رات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوحنیفہؒ تجھے اللہ تعالیٰ نے میری سنت زندہ کرنے کے لیے بنایا ہے۔ گوشہ نشینی کا عزم نہ کر۔ چنانچہ آپ نے خدمت دین شروع فرما دی۔ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ آپ سید الخلائق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہڈیاں جمع فرما رہے ہیں۔ اور بعض کو بعض پر ترجیح دے کر پسند فرما رہے ہیں۔ اس خواب میں اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ آپ بیدار ہو گئے۔ اور سخت پریشان۔ آخر ایک صحابہؓ کرامؓ کے شاگردوں میں سے ابن سیرینؒ بھی تھے۔ ان سے خواب بیان کیا تو انہوں نے تعبیر دی کہ آپ علم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کر کے سنت کی حفاظت کر کے اعلیٰ درجہ پاؤ گے۔ بلکہ ان روایات سنت میں نقد و تنقیح کر کے تصرف فرمانے کے مجاز ہو گے اور صحیح کو سقم سے الگ الگ کرو گے۔ چنانچہ آپ نے خدمت دین شروع کی تو بڑے بڑے مشائخ کرام مثل ابراہیم ادہمؒ اور فضیل بن عیاضؒ، داؤد طائی، بشر وغیرہم کے استاذ ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ کے تورع اور اتقاء کے بہت سے واقعات علماء کرام میں مشہور ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوفل بن حیان نے وفات پائی۔ تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوئی اور مخلوق حساب و کتاب کے مقام پر کھڑی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ حوض کوثر کے کنارے جلوہ فرما ہیں۔ اور آپ کے بائیں طرف بہت سے مشائخ حاضر ہیں۔ ایک بزرگ معمر کو دیکھا کہ بہت خوبصورت ہیں اور آپ کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے اپنا رخسار مبارک حضور علیہ السلام کے رخسار مبارک کے ساتھ آپ کے رُخ اقدس پر رکھا ہوا ہے اور ان کے برابر حضرۃ نوفل بن حیان کھڑے ہیں۔ انھوں نے مجھے دیکھا اور میری طرف آئے اور سلام کیا۔ میں نے انہیں کہا مجھے بھی پانی دیجیے۔ فرمایا: حضور علیہ السلام سے اجازت لے لوں۔ پھر حضورؐ نے انگلی سے اشارہ فرما کر پانی دینے کا حکم فرمایا۔ پھر میں نے پانی پیا وہ کچھ کم نہ ہوا۔ میں نے حضرت نوفل سے پوچھا کہ معمر بزرگ کون تھے۔ تو تبلایا وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے اور داہنی طرف والے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ پھر وہ گنواتے رہے، یہاں تک کہ سولہ تک پہنچے میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ سولہ عدد تک میری انگلی پر گرہ کے نشان تھے۔

حضرت یحییٰؒ نے حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا حضورؐ میں آپ کو کہاں تلاش کروں۔ آپ نے فرمایا، ابوحنیفہ کے علم کے نزدیک۔

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا خواب تحریر فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں میں سو رہا تھا۔ کہ حضور علیہ السلام تشریف لائے ہیں، اور ایک بہت بوڑھا معمر شخص ہے۔ جس کو آپ نے بچوں کی طرح شفقت سے اپنے پہلو مبارک میں لے رکھا ہے۔ میں فرط محبت سے دوڑا، اور پائے مبارک چومنے لگا۔ پھر مجھے تعجب تھا کہ اتنا پیارا بوڑھا شخص کون ہے۔ حضور علیہ السلام فوراً نور نبوت سے سمجھ گئے۔ فرمایا: یہ تیرا امام ہے اور تیرے شہر کے لوگوں کا امام ہے۔ یعنی ابوحنیفہ ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد مولانا امین احسن اصلاحی کی



میں

[illegible] کے کسی شمارہ میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور کا ایک فتوی شائع ہوا تھا۔ جس میں شادی بیاہ کے متعلق ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ایک رسالہ پر علمی تنقید تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے معتقدین نے اس فتوے کی اشاعت کے بعد ہمیں متعدد خطوط لکھے جن میں ہماری خوب خوب "تواضع" کی گئی تھی۔ ہمارا مقصد چونکہ ایک صحیح بات کی تشہیر تھی۔ اس لیے ہم نے ان خطوط کا بالکل برا نہ منایا اور خاموشی اختیار کر لی۔

ابھی حال ہی میں ڈاکٹر صاحب کے سلسلہ میں حضرت مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کا ایک خط چھپا ہے جس کو "مجلس صیانۃ المسلمین" نے چھاپا ہے

مولانا اصلاحی گوشۂ تنہائی میں بیٹھے اپنے کام میں مشغول ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ایک عرصہ تک ان سے متعلق رہے اور ان کے رسالہ "میثاق" کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ ان کی تفسیر "تدبر القرآن" کی جلدیں بھی چھاپیں۔ اس لئے مولانا اصلاحی کا فرمایا ہوا "مستند" مانا جائیگا کہ وہ ڈاکٹر صاحب سے خوب خوب واقف ہیں۔ ہم سابقہ جذبے کے ساتھ اس خط کو شائع کر رہے ہیں اور اپنی بات ایک بار پھر دہراتے ہیں کہ کوئی بھی آدمی جب کوئی مشن لے کر اٹھتا ہے تو اس کی ابتداء بڑی حسین ہوتی ہے لیکن انتہا بڑی افسوسناک اور مختلف النوع فتنوں کو جنم دینے کا ذریعہ بنتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس خط کو کسی منفی جذبہ کے ساتھ پڑھنے کی بجائے اصلاح کی نیت سے پڑھا جائے گا۔ (ادارہ)

مولانا المکرم زاد لطفہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، ڈاکٹر اسرار سے متعلق آپ کا سوال نامہ موصول ہوا۔ یہ شخص میرا شاگرد تو کبھی نہیں رہا ہے۔ شاگردی کا اشتہار اس نے محض اپنے اغراض کے لیے دیا ہے لیکن یہ ایک طویل عرصہ تک مجھ سے متعلق ضرور رہا ہے اس وجہ سے میں اس کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ شخص ہر مسلک کے علماء سے نہایت عقیدت و احترام سے ملتا ہے اور ان کو یہ تأثر دیتا ہے کہ وہ ان سے علم اور تربیت کا طالب ہے لیکن حقیقت میں اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ ان کو اپنے جلسوں میں بلا کر ان سے تعلق کا اظہار کر کے عام مسلمانوں کے اندر اپنا اعتماد و رسوخ بڑھائے۔

میں نے اس کی تحریروں سے یہ اندازہ کیا ہے کہ یہ محمد علی لاہوری (قادیانی) کے ترجمہ قرآن اور قادیانیوں کے نظام سے بہت متاثر ہے۔ (یہ امر واضح ہے کہ اس شخص نے اپنے رسالہ میں قادیانیوں کی خدمتِ قرآن کی تعریف کی ہے) اس نے جو انجمن قائم کی ہے اس میں بھی اس نے قادیانیوں کے نظام کی تقلید کی ہے اور اس میں اپنا مقام اس نے وہی رکھا ہے جو قادیانیوں کے نظام میں ان کے خلیفہ کا ہے۔ اس نے دین سے

باطل بے خبر ہونے کے باوجود اپنے رسالہ میں ایسے متعدد مسائل چھیڑتے ہیں۔ جو خاص طور پر ان لوگوں کی دلچسپی کے ہیں جو کوئی دعوے لے کر اٹھنے والے ہوں۔

اس کا لب و لہجہ بھی مرزا غلام احمد کی طرح نہایت مدعیانہ بلکہ سفیہانہ ہے میں اس کی اس طرح کی باتوں پر برابر تنبیہ بلکہ سرزنش بھی کرتا رہا ہوں۔ لیکن اس نے ہمیشہ وقتی طور پر معذرت اور احتیاط کا وعدہ کر کے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ اب سے کئی سال پہلے میں نے اس سے بالکل قطع تعلق کر لیا ہے لیکن یہ غلطی مجھ سے ضرور ہوئی کہ اس شخص کی اطمینان دہانیوں پر اعتماد کر کے میں نے پبلک میں اپنی بیزاری کا اعلان نہیں کیا جس کے سبب سے بعض حلقوں میں اب بھی یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ میں اس کا سرپرست ہوں حالانکہ میں اس شخص سے بالکل بری ہوں۔

مجھے گمان تھا کہ اس شخص کے پاس نہ علم ہے نہ کردار، اس وجہ سے یہ بہت جلد اپنی موت آپ مر جائے گا۔ لیکن ادھر میرے پاس اس شخص سے متعلق اکثر سوالات آ رہے ہیں، اس وجہ سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ میں ملک کے علماء اور مسلمانوں کو آگاہ کر دوں کہ اگر اس شخص کو ذرا بھی قدم جمانے کا موقع ملا تو سخت خطرہ ہے کہ وہ اس ملک میں قادیانیوں کے طرز کا کوئی نیا فتنہ اٹھا دے۔

میں اس مسئلہ پر غور کر رہا ہوں اور آپ سے توقع رکھتا ہوں کہ آپ بھی حالات کا جائزہ لیتے رہیں گے اور دوسرے علماء کو بھی اس کی طرف توجہ دلائیں گے۔

والسلام

امین احسن اصلاحی

۱۶ اپریل ۱۹۷۸ء

ذکری فرقہ

مسجد پر بمباری کے سلسلے میں عام مسلمانوں کو تشویش

جمعیۃ علماء اسلام مکران ڈویژن کی متفقہ قرار داد

تربت ۱۹ مئی ۱۹۷۸ء کو جمعیۃ علماء اسلام مکران ڈویژن کے تمام عہدیداروں کا ایک غیر رسمی اجتماع ہوا۔ جس میں مرغوتی کی مسجد کے اندر نمازیوں پر ذکری فرقہ کے شرپسندوں نے جو بمباری کی تھی۔ اس کی شدید مذمت کرتے ہوئے اس پر شدید غم و غصے کا اظہار کیا گیا۔ یہ ایک خالص سازش کیس ہے، جو اسلام دشمنی کی بنا پر ایک ایسے فرقے کی جانب سے کی گئی ہے، جو نہ صرف اصول اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا سرے سے منکر ہے، بلکہ جس نے اپنا الگ کلمۂ شہادت بھی تجویز کیا ہوا ہے اور ختمِ نبوت کا منکر ہے۔ اور حج بیت اللہ میں جا کر ادا کرنے کے بجائے تربت میں ایک پہاڑی پر جا کر ادا کرتا ہے۔ اس طرح وہ پاکستان جیسی اسلامی مملکت میں حج اور بیت اللہ کی ہر سال توہین کرتا ہے، اور حکومت چپ سادھے بیٹھی ہے۔

اس موقعہ پر متفقہ قرار داد منظور کی گئی۔

۱:۔ مسجد اور نمازیوں پر بمباری خالصتہً ایک سازش کیس ہے۔ جو پورے عالم اسلام کے خلاف کی گئی ہے۔ جسے مقامی انتظامیہ نے ایک عام مقدمہ کی حیثیت دے کر ایک چار رکنی ٹریبونل میں منتقل کر دیا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ اس ٹریبونل کو فوری طور پر ختم کر کے کیس کو مارشل لاء عدالت یا ہائی کورٹ میں بھیجا جائے۔

۲:۔ جو ملزمان مفرور ہیں اور جن کے خلاف شہادتیں قلم بند کرائی گئی ہیں ان کو فوراً گرفتار کیا جائے۔

۳:۔ موقع واردات پر جو اسلحہ اور بم استعمال ہوا ہے۔ ان کو مجرموں سے لے کر حکومت کی تحویل میں لیا جائے۔ کیونکہ یہ مسلمانوں کے لیے ایک مستقل خطرہ بنے ہوئے ہیں۔

۴:۔ شاہی ولد گنگزار جو کیس کا ایک ملزم ہے اور سازشی گروہ کا سرغنہ ہے۔ بلکہ مجروحین کی طرف سے جو استغاثہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں ان کا نام بھی ہے۔ اس کے باوجود انہیں مذکورہ ٹریبونل کا ممبر مقرر کر کے مجرموں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ اس کا فوری تدارک کیا جائے۔

۵:۔ جن ملزمان کے نام استغاثہ میں درج ہیں اور جن کے خلاف شہادتیں فراہم ہوئی ہیں ان کو فوراً گرفتار کر لیا جائے۔

۶:۔ یحییٰ نامی ملزم جس کے خلاف شہادتیں قلم بند ہوئی ہیں اور اس سے حاضر اسٹیشن ہونے کی ضمانت لی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ کراچی جا کر اسلام دشمن سرگرمیوں میں لگا ہوا ہے۔ اس کی ضمانت ضبط کر کے اسے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔

۷:۔ ذکری فرقہ کے لوگ "کوہ مراد" میں جا کر حج کرتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے متوازی تربت میں ایک پہاڑی کو مقام حج مقرر کرنا جہاں بیت اللہ

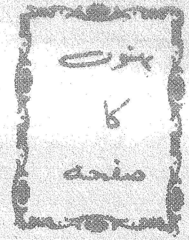
شریف کی توہین ہے وہاں پورے عالم اسلام کی غیرت کو ایک چیلنج ہے۔ تمام مسلمان حکومت پاکستان سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آئندہ سے "کوہِ مراد" میں حج کرنے کی کسی ذکری کو اجازت نہ دی جائے۔ نیز چونکہ "کوہِ مراد" خانہ کعبہ کے مقابلے میں بنایا گیا ہے۔ اسی سے اس کے وجود کو اس طرح منہدم کر دیا جائے جس طرح یمن کے "صنعاء" کو منہدم کر دیا گیا تھا۔

۸:۔ ذکری لوگ چونکہ کافر ہیں ختم نبوۃ کے منکر ہیں وغیرہ وغیرہ بلکہ اپنے عقائد کی رو سے قادیانیوں سے بھی بدتر ہیں۔ اس لیے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے تاکہ مسلمانوں کے خلاف ان کی فتنہ سامانیاں ختم ہو جائیں۔ اور اس سلسلے میں آئین کی دفعہ موجود ہے۔

۹:۔ بم کیس میں جو مسلمان زخمی ہو گئے ہیں۔ آج تک ان سے کسی قسم کا کوئی بیان نہیں لیا گیا ہے۔ خود ان سے واقعہ کی تحقیق کر لی جائے۔

۱۰:۔ کیس مذکورہ کی تحقیقات انتہائی سرد مہری سے کی جا رہی ہے۔ اگر اس سرد مہری سے کام لیا گیا تو خطرہ ہے کہ آئندہ ذکری کوئی مزید فساد پھیلائیں گے۔ اس لیے ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ کیس کی تحقیقات اور اس کا فیصلہ جلد از جلد مارشل لاء عدالت کے ذریعہ کر دیا جائے۔ واضح رہے کہ ۲۶ مارچ ۱۹۸۰ء کو مکران ڈویژن سب تحصیل بلیدہ کے علاقہ مرغوتی میں تبلیغی جماعت کے مبلغین خدا کا دین خدا کے بندوں تک پہنچانے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ وہ جب اپنے اکثر معمولات سے فارغ ہو گئے تو عشاء کی جماعت کھڑی ہو گئی۔ اور پہلی ہی رکعت میں ذکری مذہب کے کچھ شرپسند عناصر نے مسجد میں نمازیوں کی صفوں کے اندر ایک دستی بم پھینک دیا۔ ان کے کچھ اور ساتھیوں نے ان شرپسندوں کو نکالنے کے لیے قریب ہی پہاڑی پر سے گنوں سے فائرنگ شروع کر دی۔ دستی بم محراب کے قریب پھٹ گیا جس سے پیش امام اور آٹھ نمازی شدید زخمی ہو گئے۔ اور بہت سے مسلمانوں کو چوٹیں بھی آئیں۔ مسجد (خانۂ خدا) نمازیوں کے خون سے خون آلود ہوئی اور در و دیوار کو کافی نقصان پہنچا۔

آج یہ مسجد ویران پڑی ہوئی کسی خدا کے بندے محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد کی روحوں کو پکار رہی ہے۔



بصرہ کے اُفق کا درخشاں ستارہ

از: مریم صدیقہ

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا بہت بڑی ولی اللہ گذری ہیں آپ اپنے والدین کی چوتھی بیٹی تھیں اس لیے رابعہ نام رکھا گیا۔ چونکہ بصرہ میں پیدا ہوئیں اور عمر کا بیشتر حصہ وہیں گزرا لہذا بصری کہلوائیں اس طرح آپ کا نام رابعہ بصریہ مشہور ہو گیا۔ آپ نے غربت میں آنکھ کھولی۔ والدین اتنے غریب تھے کہ پیدائش کے وقت دیا جلانے کے لیے تیل تک نہ تھا لہذا کسی سے تیل مانگ کر ضرورت پوری کی گئی چنانچہ اسی حالتِ غریبی میں پرورش پائی۔ انہی ایام میں ملکی انقلاب آیا تو بہنوں سے جدا ہو گئیں اور کچھ عرصہ غلامی میں گزارا اس لیے آپ کی ذات میں تقویٰ، صبر اور توکل جیسی خوبیاں پیدا ہو گئیں۔ بڑے بڑے بزرگ آپ سے فیض حاصل کرتے تھے۔

ان کے باپ کا نام اسمٰعیل تھا وہ ایک گمنام زاہد تھا۔ جب ملک میں بھوک عام ہو گئی اور چور ڈاکو نکل پڑے تو باندی غلام خرید و فروخت کرنے والوں نے اپنے بچوں کو جو بھوک پیاس کے مارے ہوئے آوارہ اور خستہ حال پھرتے تھے پکڑ پکڑ کر بیچنا شروع کر دیا چنانچہ حضرت رابعہ بھی ایک چور کے ہاتھ لگ گئیں۔ اس نے آگے ان کو ایک تاجر کے ہاتھ بیچ دیا۔ جو بڑا سنگدل تھا اور وہ دن رات ان سے خدمت لیتا جس کی وجہ سے یہ بہت دبلی پتلی ہو گئیں۔ آپ اپنے ایک سفر کے متعلق بتاتی ہیں کہ میں بڑھاپے کے زمانہ میں ایک صحرا سے گزر رہی تھی کہ مجھے پیاس لگی دور دور تک کہیں پانی کا نام و نشان نظر نہ آیا۔ آخر کار ایک کنواں نظر آیا اور میں بڑی خوش ہوئی۔ لیکن جب دیکھا کہ پانی نکالنے کا کوئی سامان ڈول رسی وغیرہ نہیں ہے تو بہت ہی افسردہ ہوئی نا امیدی کی حالت میں وہیں بیٹھی تھی کہ کیا دیکھتی ہوں کہ چند ہرنیاں چوکڑیاں بھرتی ہوئی آئیں۔ جونہی وہ کنویں کے نزدیک پہنچیں تو پانی کناروں تک آ گیا اور وہ پی کر چلی گئیں۔ ان کے جاتے ہی پانی فوراً نیچے اتر گیا میں یہ دیکھ کر بڑی مایوس ہوئی کہ اتنی عبادت کرنے کے باوجود بھی اس قابل نہیں ہو سکی کہ اللہ تعالےٰ جس نے اپنی رحمت ہرنیوں پر فرمائی ہے اسی طرح مجھے بھی اپنی رحمت سے نوازے۔

پھر کہتی ہیں کہ اسی وقت آواز آئی اے رابعہ! تیری نظر اسباب پر تھی تو رسی اور ڈول ڈھونڈھ رہی تھی مگر اس بے زبان مخلوق کی نظر مسبب الاسباب پر یعنی اللہ تعالےٰ پر تھی۔ اس لیے ان کے لیے پانی اچھال دیا گیا اگر تو بھی سبب کو دل سے نکال دیتی تو تیرے لیے بھی پانی اچھل کر آ سکتا تھا۔

نقل ہے کہ حضرت رابعہ بصری ابتدا میں کسی کی باندی تھیں سارا دن اس کی تابعداری اور خدمت میں حاضر رہتیں۔ رات کو آقا کو سلا کر علیحدہ مکان میں جا کر تمام رات کو عبادت کرتیں۔

ایک مرتبہ اتفاقاً آقا نیند سے چونکا تو رابعہ کو نہ پایا متعجب ہو کر ڈھونڈنے لگا۔ ناگاہ ایک خالی مکان سے آواز آئی دیکھا تو رابعہ سجدہ میں پڑی زار و زار روتی گڑگڑاتی ہیں کہ خداوند! تو خوب جانتا ہے کہ جیسا تیری لونڈی کا جی تیری

بندگی کو چاہتا ہے مگر کیا کروں دن کو آقا کی خدمت سے فرصت نہیں اور رات کو اس کے سونے کے بعد تیری حضوری میں جی جان سے حاضر ہو کے جو کچھ بندگی بن آتی ہے کرتی ہوں۔ اگرچہ ایسی بندگی سراپا شرمندگی ہے اور ہرگز قابل قبول نہیں مگر تو بڑی بھلی سب قبول فرماتا ہے۔ میرے مولیٰ! اگر تو مجھے اپنے کسی بندے کے تابع نہ کرتا تو تجھے چھوڑ کر کیوں کسی کی طرف ایک لمحہ کے لیے بھی دھیان کرتی اور اب جی کی آرزو جی ہی میں ہے۔

اس کے آقا نے جب یہ ماجرا دیکھا تو آقا کے ہوش اُڑ گئے۔ اور ہیبت الٰہی جی میں سما گئی چپکے سے آ کر لیٹ رہا اور تمام رات چین نہ پڑا۔ صبح کو رابعہ کو بلا کر بخوشی تمام آزاد کر دیا۔ حضرت رابعہ خوشی سے پھول گئیں۔ اور سب دکھ درد اگلے بھول گئیں اور اپنے آقا کے حق میں خداوند تعالیٰ سے دعا کرتی چلی گئیں۔ پھر باہر شہر کے ایک خراب سے مکان میں رہنا اختیار کیا رات دن یادِ خدا ہی میں بے خود تھیں اور جوشِ محبتِ الٰہی میں دریا کی طرح ابلتی تھیں۔ ایک مدتِ دراز اسی انداز سے گذری۔ ان کی غلامی کی عبادت کا یہ حال تھا کہ جب نماز عشاء سے فارغ ہوتیں تو قمیص اور دوپٹہ لپیٹ لیتیں اور کہتیں اے پروردگار! ستارے روشن ہو گئے لوگ سو گئے، بادشاہوں نے دروازے بند کر لیے، ہر حبیب اپنے حبیب سے محوِ خلوت ہے اور میں یہاں تیرے سامنے کھڑی ہوں۔ پھر ساری رات نماز پڑھتی رہتیں۔ حتیٰ کہ فجر ہو جانے پر تلاوتِ قرآن میں مصروف ہو جاتیں۔ جب روشنی پھیل جاتی تو اس طرح مناجات کرتیں کہ "اے اللہ! رات گذر گئی اور دن آ گیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تو نے میری نماز قبول کر لی یا رَد کر دی۔ تیری عزت کی قسم! میرا یہی طریقہ رہے گا جب تک تو مجھے جواب نہ دے گا۔ قسم ہے تیری عزت کی اگر تو مجھے اپنے دروازے سے دھتکار بھی دے گا تو میں نہ ٹلوں گی۔"

جب ذرا اونگھ آتی اور مصلّے پر سو جاتیں تو ان الفاظ میں اپنے آپ کو ملامت کرتیں کہ "اے نفس! تو کب تک سوئے گا اور کب تک خراٹے لیتا رہے گا وہ دن قریب ہے کہ تو ایسی نیند سو جائے گا کہ پھر یوم حشر کی چیخ و پکار ہی تجھے جگائے گی۔"

چنانچہ حضرت رابعہ کی اس قدر محنت و مشقت کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ تم اس قدر دن رات کیوں جان مارتی ہو اور ایک گھڑی آرام نہیں لیتیں۔ اللہ غفور و رحیم ہے کہا یہ سچ ہے مگر میرا مطلب کچھ اور ہے یعنی قیامت کے دن اعمالنامے ہر امّت کے اپنے اپنے نبی کے آگے مجمع انبیاء علیہم السلام میں کھولے جائیں گے۔ تو میرا اعمالنامہ جب حسین سے مالا مال ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مجمع میں کمال جاہ و جلال حاصل ہوگا۔

حضرت رابعہ کھردرے صوف کے کپڑے پہنتیں اور بوریے پر سوتی تھیں جو ان کا مصلّٰی تھا۔ انہوں نے یہ وصیّت کی تھی کہ مجھے مرنے کے بعد اسی صوف کے جبّے میں لپیٹ دینا۔ حضرت رابعہ کی عمر ۹۵ھ سے ۱۸۵ھ تک ہے۔ دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں۔ جب ان کی روح نے پرواز کی تو وہ کلمہ شہادت پڑھ رہی تھیں اور آنسو ان کی غمگین آنکھوں سے جاری تھے۔

یہ مختصر حال ہے اس درخشاں ستارے کا جو بصرہ کے افق پر پہلی صدی ہجری کے اواخر میں طلوع ہوا۔

حضرت رابعہ بہت رویا کرتیں اگر دوزخ کا ذکر سن لیتی تھیں تو غش آ جاتا۔ اسّی برس کی عمر میں یہ حال ہو گیا تھا کہ چلنے میں معلوم ہوتا تھا کہ اب گریں، کفن ہمیشہ اپنے سامنے رکھتیں، سجدے کی جگہ آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

پیاری بہنو! کچھ تو خدا کا خوف اور موت کی یاد تم بھی اپنے دل میں پیدا کرو۔ دیکھو۔ آخر یہ بھی تو عورت ہی تھیں۔

خداوندا! اپنے نیک اور پاک دوستوں کی برکت سے ہم کو نفع دارین عطا فرمانا اور انہیں بزرگوں کے ساتھ ہمارا حشر کرنا اور دیدار سے محروم نہ کرنا۔ آمین!



گدائی میں شاہی

پیارے بچو! بہت عرصہ گذرا کسی ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا اس کا نام ہارون رشید تھا اس کا ایک لڑکا تھا جس کی عمر تقریباً سولہ برس کی تھی، وہ بہت ہی عیش و عشرت کی زندگی میں مشغول رہتا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے اس لڑکے کے محل کے قریب ہی ایک مدرسہ تھا وہاں ایک لڑکا ستائیسویں پارہ کی سورہ حدید کی یہ آیت شریفہ تلاوت کر رہا تھا۔ اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُہُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ۔

(ترجمہ۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا ایمان والو! کہ لرز جائیں، تھرا جائیں کانپ اٹھیں ان کے دل اللہ کی یاد سے)

چنانچہ یہ آیت شریفہ سنتے ہی بادشاہ کے لڑکے کے دل پر جا لگی اور تیر کی طرح پار ہو گئی۔ لڑکا فوراً اس مدرسہ کے طالب علم کے پاس آیا اور کہا ہاں وقت آ گیا ہے کہ اللہ کی یاد سے دل تھرا گئے اور اپنا کام کر گئے پھر اسی وقت شاہانہ لباس اتار کر سادہ کپڑے پہنے اور باہر چلا گیا اور کہیں پتہ نہ چلا اور کسی شہر کے اندر جا کر مزدوری کرنے لگ گیا۔ مزدوری صرف اتنی کرتا جس سے اپنے پیٹ کا گذران کر سکے۔

چنانچہ اس شہر میں ایک دیندار شخص ابو عامر بصری رہتا تھا۔ اتفاقاً اس کے مکان کی دیوار گر پڑی وہ شخص مزدوروں کے اڈے پر گیا کہ کسی مزدور کو لا کر دیوار درست کراؤں۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ایک نوجوان خوش اندام کے سوا اور کوئی مزدور ہی نہیں ہے۔ اس سے کہا۔ آپ ہماری دیوار بنا دوگے اور اپنی مزدوری لے لو۔ لڑکے نے جواب دیا بہت اچھا مگر جو مزدوری مقرر ہو جائے اس میں فرق نہ ہو اور ہماری طاقت سے زیادہ کام نہ لینا اور نماز کے لیے پہلے ہی اجازت دے دو۔

وہ شخص بیان کرتا کہتا ہیں نے کہا سب کچھ منظور ہے چنانچہ گھر لے جا کر اس کو کام بتا دیا۔ اور خود اپنے کام کو باہر چلا گیا شام کو آ کر دیکھا تو دس مزدوروں کے برابر کام کیا ہوا تھا بہت خوش ہو کر مزدوری دی اور رخصت کر دیا اور کہا بقیہ کام کل آ کر کر دینا۔

دوسرے دن وہ شخص اس لڑکے کا انتظار کرتا رہا مگر وہ نہ آیا۔ پھر وہ مزدوروں کے اڈے پہ اسے تلاش کرنے چلا گیا۔ مگر وہ لڑکا وہاں نہ تھا کسی سے پتہ چلا کہ وہ ہر روز مزدوری نہیں کرتا ہفتہ میں ایک دن کرتا ہے اور سات روز کھاتا ہے اور اللہ اللہ کرتا ہے یہ بزرگ سمجھ گئے کہ وہ کوئی کاملین میں سے ہے پھر پوچھ پوچھ کر یہ بزرگ اس لڑکے کے مکان پہ گئے دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے اور زمین پہ پڑا ہوا ہے۔ آدھی اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ اس کا یہ حال دیکھ کر بہت افسوس کیا اور اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اور اسے کہا کہ آپ بیمار ہیں اس لیے میرے گھر چلیں تاکہ آپ کی تیمارداری کرتا رہوں پہلے تو انکار کیا پھر ان کے اصرار پر کہا۔ بہت اچھا لیکن مجھے کھلانا پلانا کچھ نہیں اور نہ ہی میرے ساتھ کلام کرنا۔

چنانچہ مکان پر لے آئے تین دن تک نہ کچھ کھایا اور نہ کوئی بات کی۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ چوتھے روز مجھے بلا کر فرمانے لگا کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے اور

میں وصیت کرتا ہوں اس کو ضرور پورا کرنا۔

"مجھے انہی کپڑوں میں کفنانا۔ کفن دفن کے بعد میری یہ انگوٹھی اور قرآن شریف بادشاہ کے پاس خود جا کر اس کو دے دینا۔ اور زبان سے یہ کہنا کہ ذرا خواب غفلت سے ہوشیار رہنا اور دنیا کی دولت و حشمت کو خواب خیال سمجھنا۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک موت آجائے اور سارا سامان یہیں کا یہیں دھرا رہ جائے۔ اس وقت کوئی تدبیر مفید نہ ہوگی ---- پھر پچھتائے گا۔"

اتنی وصیت کی اور اس فانی دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔

یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وصیت کے مطابق اس کو دفنایا اور انگوٹھی اور قرآن مجید لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے بادشاہ سے کہا، کہ میرے پاس ایک پردیسی لڑکے کی امانت ہے۔ بادشاہ نے دونوں چیزیں لے کر کہا کہ وہ لڑکا کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے۔ میں نے جواب دیا وہ تو مر گیا ہے۔ یہ سنتے ہی بادشاہ رونے لگا یہاں تک کہ بے ہوش ہو گیا۔ چنانچہ بہت دیر بعد جب بادشاہ کو ہوش آیا تو پوچھا کہ وہ کیا کام کرتا تھا۔ میں نے کہا کہ وہ گارے مٹی کی مزدوری کرتا تھا۔ بادشاہ نے کہا تو نے بھی مزدوری پر اسے کام لیا تھا؟ میں نے کہا ہاں۔ بادشاہ کہنے لگا مجھے یہ خیال نہ آیا کہ یہ لڑکا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھا۔

بادشاہ نے پھر میرے ہاتھ اپنے سینے پر رکھے اور کہا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔ پھر بادشاہ نے پوچھا اس نے کوئی وصیت بھی کی تھی؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ یہ الفاظ اس نے کہے تھے کہ:

"ذرا خواب غفلت سے بیدار رہنا ایسا نہ ہو کہ اچانک موت آجائے۔ پھر سامان حشمت یہیں کا یہیں رہ جائے پھر پچھتانے سے سے کیا فائدہ؟"

یہ سن کر بادشاہ کا یہ حال تھا کہ اپنے کپڑے پھاڑتا تھا۔ اور سر پر خاک ڈالتا۔ پھر بادشاہ قبر سے لپٹ کر بہت دیر تک روتا رہا اور کہا کہ یہ میرا لڑکا تھا جو ہمیشہ شراب کے نشے میں مدہوش رہتا تھا کہ ایک مرتبہ اپنی عیش و عشرت میں مشغول تھا۔

ایک مدرسہ سے جو کہ میرے محل کے پاس ہی تھا ایک لڑکے نے یہ آیت شریفہ پڑھی۔ اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا اے ایمان والو! کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے لرز جائیں ---

پس یہ آیت شریفہ تیر کی طرح اس کے دل پر لگی اور اس قاری سے کہا۔ ہاں وقت آگیا ہے جب اللہ کی یاد سے دل لرز جائیں چنانچہ اسی وقت شاہانہ لباس اتار کر فقیرانہ لباس پہنتے ہی کہیں چلا گیا اور کچھ پتہ نہ چلا لیکن آج پتہ چلا تو دل پر ایک کاری زخم آیا۔

ابو عامر بصری کہتے ہیں کہ خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک نور کا قبہ ہے۔ اس نور میں سے اس لڑکے نے مجھے آواز دی اور کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے تو نے میری وصیت کو پورا کیا۔ پھر کہنے لگا۔ میرا مولا مجھ سے بہت راضی ہے اس نے مجھے وہ چیزیں عطا کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی دل نے سوچیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پر عمل کی توفیق بخشیں۔ آمین!



کراچی "ذاتی رائے کی پٹاری"

خواجہ خیرالدین بولتے ہیں، لب کھولتے ہیں

محمد عیاض درانی نمائندہ خصوصی

سیاسی سرگرمیوں پر پابندی، جلسہ و جلوس کی ممانعت اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنا سخت منع ہے۔ اس کے باوجود سیاسی رہنماؤں کے بیانات اخبارات و رسائل کی زینت بنتے ہی رہتے ہیں۔ اور سیاسی زعماء کے مقدس چہرے کسی نہ کسی مذہبی یا سماجی تقریب میں دکھائی دے ہی جاتے ہیں اور یوں تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے پر عمل جاری رہتا ہے۔ پورے ملک کی طرح کراچی پر بھی جمود اور سیاسی تعطل کی حکمرانی تھی لیکن اس ہفتہ تو کراچی کی قسمت جاگ اٹھی۔ سیاسی قد و قامت رکھنے والے رہنماؤں کی آمد کا سلسلہ جو شروع ہوا تو زلف یار سے بھی دراز ہو گیا۔ پروفیسر غفور احمد، خواجہ خیرالدین، مولانا محمد زکریا اور نورانی میاں تو کراچی ہی رہائش پذیر ہیں۔ ان مرکزی قائدین کے علاوہ پنجاب و سرحد سے جو رہنما اس ہفتہ کراچی وارد ہوئے ان میں قابل ذکر میاں طفیل محمد ریٹائرڈ ائیر مارشل اصغر خاں، چودھری ظہور الٰہی اور مولانا عبدالستار نیازی ہیں۔ جناب اصغر خاں اپنے بیمار بھائی کی علالت کا سن کر تشریف لائے اور "سر راہے" نورانی میاں اور ان کی جماعت کے دوسرے رہنماؤں سے ٹھہرنے میں ملاقات ہو گئی۔ یوں دو ہم نوالہ و ہم پیالہ بچھڑے ہوئے رفیق گلے سے مل گئے تو سارا گلہ جاتا رہا۔

مولانا نیازی جمعیت کے غیر رسمی اجلاس میں شرکت کے لئے اپنے پنجابی احباب کی معیت میں وارد کراچی ہوئے۔ میاں طفیل محمد برمی مسلمانوں کے قافلوں کی بے سروسامانی و بیکسی اور فاقہ مستی و خستہ حالی کا تماشا دیکھنے اور ایک دو بیان اخبارات کو جاری کرنے کراچی پہنچے۔ رہ گئے جناب چودھری ظہور الٰہی تو ان کے بارہ میں اتنا ہی پتہ چلا ہے کہ جماعتی اصحاب سے ملاقات اور مشورہ کرنے آئے ہیں۔ لیکن چودھری صاحب کے قریبی حلقوں میں یہ خبر بازگشت کر رہی ہے کہ چودھری صاحب کا کراچی میں ذاتی مکان نہیں۔ وہ گلبرگ لاہور میں واقع "جھونپڑی" کی طرح یہاں بھی "سادہ سی کٹیا" خریدنے کے خواہشمند ہیں۔ تاکہ انہیں کسی کا ممنون احسان نہ بننا پڑے۔ جس سے ان کی لمبی گردن دوسرے کے سامنے جھک جانے سے شرمندگی اور ندامت کا سامنا ہو۔ کچھ لوگ اس بات کا برملا اظہار کر رہے ہیں کہ چودھری صاحب نے کراچی اسٹیشن پر کسی ہمدم و ہمقدم کے واسطہ سے مشروبات کی فراہمی کا ٹھیکہ بھی حاصل کر لیا ہے۔ ان میں سے کون سی بات چودھری صاحب کی کراچی آمد کا ذریعہ اور سبب بنی۔ اسے چودھری صاحب ہی بہتر جانتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اہم خبر یہ ہے کہ مسلم لیگ کے سینیئر صدر جناب خواجہ خیرالدین نے نورانی میاں سے پچاس منٹ تک طویل ملاقات کی۔ اس ملاقات کا سبب کیا تھا؟ اس ملاقات میں کیا امور طے پائے؟ اور کون سے سیاسی گوشے زیر بحث آئے۔ کسی کو کچھ خبر نہیں۔ البتہ مسلم لیگ کے ایک ترجمان نے بتایا کہ خواجہ صاحب مولانا کی عافیت دریافت کرنے اور عمرہ کی مبارکباد دینے گئے تھے۔ اس کے سوا خواجہ صاحب کا اور کوئی پروگرام نہیں تھا۔ مولانا جو قومی اتحاد کی قیادت سے نالاں ہیں، انہوں نے خواجہ صاحب کی خواہش کے برعکس قومی اتحاد کے ساتھ اپنے اختلافات کا "ذکر حسین" چھیڑ دیا۔ مولانا نے قومی اتحاد کی قیادت پر "نااہلی" "غداری" عہدوں سے چمٹے رہنا اور قومی اتحاد کے دستور کی خلاف ورزی کرنے کے الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔ خواجہ صاحب کو بادل نخواستہ یہ سب کچھ سننا پڑا۔ ساتھ ہی مولانا نے خواجہ صاحب کو یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی کہ ہمارا اور آپ کا پرانا سیاسی رشتہ ہے۔ جمعیت ہی واحد جماعت ہے جس نے مسلم لیگ کی حمایت کی تھی۔ جب آپ کو میری ان "اصولی باتوں" سے اتفاق ہے۔ تو اخبارات کے ذریعہ کھل کر میری تائید کیجئے

خواجہ صاحب نے نورانی میاں کی دلجوئی کے لیے اخبارات کو جو بیان دیا۔ وہ ان الفاظ کے ساتھ اخبارات کی زینت بنا۔

"اگر جمعیت علماء پاکستان اور قومی اتحاد میں موجودہ اختلافات اتحاد کے عہدیداروں کا دوبارہ انتخاب کرنے سے دور ہو سکتا ہے تو جمعیۃ کا مطالبہ تسلیم کیا جا سکتا ہے اور وہ ذاتی طور پر اس کی حمایت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ جمعیۃ کا اتحاد میں رہنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہی علماء کی واحد جماعت تھی۔ جس نے پاکستان کے قیام کے لئے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا۔"

سیاسی شعور رکھنے والے افراد جانتے ہیں کہ خواجہ صاحب کا یہ بیان نورانی میاں کا دکھ درد بٹانے اور ان کے غم میں شریک ہونے کے سوا اور کوئی اہمیت نہیں رکھتا، اس کی دلیل یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے یہ بیان جماعتی نہیں بلکہ ذاتی حیثیت میں دیا ہے دوسروں کی دلجوئی کرنا خواجہ صاحب کی عادت ہے اس سے قبل بھی وہ حنیف رامے کی دلجوئی کے لئے اپنی ذاتی رائے کا اظہار کر چکے ہیں جس کا نتیجہ رامے صاحب کا مسلم لیگ سے اخراج کی صورت میں ظاہر ہوا۔

ہمیں تو یہ ڈر ہے کہ کہیں خواجہ صاحب کی دلجوئی کا نتیجہ حسب سابق جمعیۃ علماء پاکستان کا قومی اتحاد سے اخراج کی شکل میں ظاہر نہ ہو جائے۔ اس لئے ہماری خواجہ صاحب سے دردمندانہ اپیل ہے کہ موجودہ حالات میں وہ اپنی ذاتی رائے کی پٹاری کو بند رکھیں تو قوم اور ملک کے مفاد میں بہتر ہوگا کیونکہ جب بھی خواجہ صاحب ذاتی رائے کی پٹاری کھولتے ہیں، ان کی ذاتی رائے کا سانپ کسی نہ کسی کو ڈس لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ کے صدر جناب پیر پگارا کو بھی خواجہ صاحب کی تردید میں یہ بیان دینا پڑا کہ "قومی اتحاد کے عہدیداروں کے مستعفی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

دوسری افسوسناک بات یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے اخباری بیان میں نورانی میاں کا من و عن بیان نقل کر دیا "یہی علماء کی واحد جماعت تھی (جمعیۃ علماء پاکستان)، جس نے پاکستان کے قیام کے لئے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا۔"

ہمارے ناقص خیال میں خواجہ صاحب نورانی میاں سے ملاقات کے بعد جب گھر واپس لوٹے اور نرم و گداز بستر پہ محو استراحت ہوئے تو انہوں نے یہ حسین سپنا دیکھا کہ تحریک پاکستان زوروں پر ہے ہندوستان کے کونے کونے میں مسلم لیگ کے عظیم الشان جلسے منعقد ہو رہے ہیں۔ ان جلسوں کو بانی پاکستان مسٹر جناح، لیاقت علی خاں اور خواجہ خیر الدین خطاب کر رہے ہیں۔ وہیں اسی سٹیج پر مولانا نورانی، شاہ فرید الحق، جناب جھوبالی، اور مولانا حسین حقانی بھی جلوہ افروز ہیں۔" خواجہ صاحب یہیں تک خواب دیکھ پائے تھے کہ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھتی ہے۔ خواجہ صاحب بیدار ہو جاتے ہیں، اور ریسیور اٹھا کر کانوں سے لگا لیتے ہیں۔ دوسری جانب سے آواز آتی ہے، میں روزنامہ جنگ کا نمائندہ بول رہا ہوں مولانا نورانی اور قومی اتحاد کے اختلافات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، چونکہ خواجہ صاحب ابھی ابھی حسین سپنا دیکھ کر میٹھی نیند سے بیدار ہوئے تھے۔ دل و دماغ پہ نیند کا غلبہ تھا، اسی حالت میں یہ بیان دے بیٹھے کہ

"جمعیۃ علماء پاکستان کا قومی اتحاد میں رہنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہی علماء کی واحد جماعت تھی جس نے (ابھی تھوڑی دیر پہلے خواب میں) پاکستان کے قیام کے لئے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا، چونکہ قیام پاکستان سے قبل جمعیۃ علماء پاکستان کا سرے سے وجود ہی نہیں تھا تو قیام پاکستان کے وقت مسلم لیگ کی حمایت اور تائید کیسی؟

ممکن ہے خواجہ صاحب نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہو۔ اور جمعیت علماء اسلام کی بجائے مولانا نورانی کو خوش کرنے کے لئے جمعیۃ علماء پاکستان کہہ دیا ہو۔ لیکن خواجہ صاحب کی اس نوازش سے تاریخی حقائق کو تو نہیں چھپایا جا سکتا۔ جن لوگوں نے تحریک پاکستان میں کام کیا یا تحریک پاکستان کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کو جمعیت علماء اسلام کے مقتدر رہنماؤں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ظفر الملت مولانا ظفر احمد عثمانی اور مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ کی تائید و حمایت حاصل نہ ہوتی تو پاکستان کا قیام ہی سرے سے وجود میں نہ آتا، خواجہ صاحب کا حافظہ ساتھ دیتا ہو تو ارشاد فرمائیں کہ قیام پاکستان کے وقت دارالحکومت کراچی میں کس نے پاکستان کا پرچم نصب کیا؟ ڈھاکہ میں کس نے پرچم پاکستان کی نقاب کشائی کی؟ پاکستان کے پہلے دستور ساز اعلان میں کس شخص کی کوششوں سے قرارداد مقاصد پاس کی گئی؟

اگر ان سوالات کا جواب خواجہ صاحب کے ذہن میں آ جائے تو یقین ہے خواجہ صاحب عمر کی جس منزل سے گزر رہے ہیں۔ تا دم زیست وہ سچ بولنے اور سچ سننے کے عادی ہو جائیں گے۔





عوام کے مسائل

افغانستان میں ۲۷ اپریل کو جو انقلاب آیا اور جس طرح قتل عام ہوا۔ علماء اور مشائخ کو جس بے دردی سے شہید کیا گیا۔ اس خونی ڈرامہ کو کوئی شخص تحسین کی نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ خصوصاً جب کہ وہاں پر ایسے لوگ برسرِ اقتدار آ چکے ہیں جن کے ذہنی فاصلے مکہ اور مدینہ کے بجائے روس سے زیادہ قریب ہیں اور جن کے بارے میں واضح طور پر عالمی اخبارات میں یہ بات آ چکی ہے کہ افغانستان کی موجودہ قیادت کمیونسٹ افراد پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود اصغر خان اس انقلاب کو "ترقی کی جانب قدم" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور پاکستانی عوام کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اگر ہمسائے ملک کی طرح ہم نے بھی ترقی کی طرف قدم نہ اٹھایا تو ہم پیچھے رہ جائیں گے اور یہاں بھی حالات خراب ہو سکتے ہیں۔"

یہ ٹھیک ہے کہ سردار داؤد کی حکومت ایک شخصی حکومت تھی۔ لیکن کیا اب وہاں پر اسلام کی حکومت قائم ہوتی ہے کہ اس کی تعریف و توصیف کی جائے اور پاکستانی عوام کو بھی ویسا انقلاب اپنے ملک میں برپا کرنے کی ترغیب دی جائے کیا دوسرے کے خون سے ہولی کھیلنا ترقی پسندی ہے؟

سلیم شاہد۔ پشاور

پاکستان قومی اتحاد کی قیادت میں گزشتہ سال جو بے مثال تحریک چلی۔ ایک ظالم و آمر شخص کو مسندِ اقتدار سے ہٹانے کے لیے عوام نے قائدینِ قومی اتحاد کے حکم پر نہ صرف اپنا مال نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور عدل و انصاف کی بالادستی کے لیے قربان کیا بلکہ معصوم بچوں اور عزیز جانوں کو بھی نچھاور کیا یہاں تک کہ عورتوں نے بھی ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی پاداش میں لاٹھیاں کھائیں لیکن ان معصوم بچوں، نوجوانوں، بوڑھوں اور عورتوں کی قربانیوں کا حشر کیا ہوا۔ اور شہداء کے خون سے جس طرح غداری کی گئی وہ بھی سب کے سامنے ہے نظامِ مصطفیٰ کی تحریک جن دنوں زوروں پر تھی۔ اصغر خان اور نورانی میاں جنہیں بڑی مشکل سے متحدہ جمہوری محاذ میں شامل کیا گیا تھا اسٹیج پر جب عوام کے سامنے آئے تو یہ کہتے ہم نظامِ مصطفیٰ کے لیے متحد ہوئے ہیں اس کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں لیکن آج یہی لوگ اقتدار کی کرسی تک پہنچنے کے کے لیے شہیدوں کے خون سے غداری کر کے قومی اتحاد ہی کو ہدفِ تنقید بنا رہے ہیں۔ اصغر خان پر اس لیے شکوہ نہیں کہ وہ اتحاد سے علیحدہ ہو چکے ہیں لیکن حیرانگی تو نورانی میاں پر ہے جو قومی اتحاد میں رہ کر قومی اتحاد کے تناور درخت پر تیشہ چلا رہے ہیں۔ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں کے مصداق جس منافقت کی راہ پر وہ گامزن ہیں اس سے اتحاد کو مزید نقصان پہنچ رہا ہے۔ جب سے وہ بیرونی دورہ سے واپس آئے ہیں طوطے کی طرح ایک ہی رٹ لگائے جا رہے ہیں کہ قومی اتحاد کی قیادت نا اہل ہے۔ جس قیادت نے بھٹو کے ظلم و ستم سے قوم کو نجات دلائی آج بھی قومی اتحاد کی قیادت وہی ہے۔ اس وقت تو اس قیادت پر آپ کو مکمل اعتماد تھا۔ اور یہ اہل تھی لیکن آپ کو نا اہل سمجھ کر جب قومی اتحاد کا صدر نئے انتخاب میں متفقہ طور پر موجودہ قیادت کا انتخاب عمل میں لایا گیا اور آپ اس وقت خاموش بیٹھے رہے۔ آپ کا حافظہ اگر ساتھ دیتا ہو تو یاد کیجئے کہ آپ ہی نے پیر پگارا کا نام صدارت کے لیے پیش کیا تھا لیکن ان سب باتوں سے آپ اب انکاری ہیں۔ اگر آپ نے علیحدہ ہی قومی اتحاد سے ہونا ہے تو روزانہ اخبارات میں قومی اتحاد کی قیادت پر تابڑ توڑ حملے کر کے اپنی علیحدگی کے لیے گراؤنڈ ہموار کرنے کی بجائے فوری علیحدگی کا فیصلہ کیجئے۔ سراسر موم یا سنگ بنئے ایک ہی وقت میں دونوں کا روپ نہ دھاریئے۔ اگر یہی بیانات کسی پبلک جلسہ میں آپ بجائے اخبارات کو بھیجنے کے پڑھ کر سناتے تو آپ کی خوش فہمی دور ہو جاتی جس کا آپ اس سے قبل اندازہ کر چکے ہیں۔

عبدالرشید عاصم، جیکب لائن کراچی

تعارف و تبصرہ

افشاں

لاہور کے معروف تعلیمی ادارہ "دیال سنگھ کالج لاہور" کا علمی و ادبی مجلہ "افشاں" دس گیارہ سال سے علم و ادب کی خدمت کر رہا ہے۔

زیر تبصرہ شمارہ خصوصی نمبر ہے جو علامہ اقبال مرحوم کی یاد میں شائع کیا گیا ہے۔ جس میں نامور اہلِ قلم کے رشحاتِ فکر شامل ہیں جن میں ڈاکٹر این میری شمل، مولانا عبدالمجید سالک اور احمد ندیم قاسمی جیسے حضرات شامل ہیں۔ پہلے حصّہ میں مقالات و مضامین ہیں دوسرے میں نظمیں جبکہ آخر میں تین انگریزی مضامین بھی شامل ہیں نمبر کی کتابت و طباعت ٹائپ میں ہوئی ہے کاغذ بہت اچھا ہے۔ اور ٹائیٹل بڑا خوبصورت۔ جس پر عقاب و اقبال کی تصاویر ہیں۔ ہم دینی اعتبار سے جائز و صحیح نہیں سمجھتے اس لیے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اے کاش! رسالہ میں یہ جدّت و بدعت نہ ہوتی۔

جہاں تک مضامین کا تعلق ہے وہ بہت اچھے اور محنت سے لکھے ہوئے ہیں۔ کالج کے اساتذہ اور طلبہ کی نگارشات بھی شامل ہیں اور بعض طلبہ کے مقالات تو بہت خوب ہیں۔ نمبر میں اقبال مرحوم کے اردو اور انگریزی تحریرات کے عکس بھی شامل ہیں۔ قیمت درج نہیں۔ دیال سنگھ کالج لاہور سے دستیاب ہے۔

اسلام اور دنیا کے مذاہب

جناب جی این امجد ایم اے پڑھے لکھے آدمی ہیں مطالعہ اور لکھنے کا شوق وافر ہے بالخصوص تقابل ادیان ان کا من بھاتا موضوع ہے اور اس مسئلہ پر انہوں نے کافی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ۳۸۴ صفحات پر مشتمل ہے ان کے مطالعہ و محنت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کتاب میں یہودیت، عیسائیت، زرتشتی مذہب، ہندو دھرم، سکھ مت اور اسلام کا تقابلی مطالعہ انہوں نے پیش کیا ہے۔ کتاب کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کے سلسلہ میں خاصی محنت کی ہے۔ امید ہے کہ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کی قدر کریں گے۔ ۲۵/ روپے میں مفید عام کتب خانہ لاہور سے دستیاب ہے۔

مخطوطاتِ انجمن

اردو آئینی اعتبار سے اگرچہ ہماری قومی زبان بن چکی ہے لیکن ہنوز عملی اعتبار سے اس کے تقاضے پورے نہیں ہوئے اور اس کی وجہ ہمارے خیال کے مطابق صاحب لوگوں کی غیروں کی تہذیب و زبان سے اندھی عقیدت یا احساس کمتری و مرعوبیت ہے۔ بہرحال توقع کی جاتی ہے کہ زود یا بدیر خفتہ ضمیر لوگ جاگ کر اپنا قومی و ملّی تشخص قائم کرنے کی طرف توجہ دیں گے۔

شروع دن سے ہمارے یہاں جن لوگوں نے اردو کے سلسلہ میں خدمت کی اور اس زبان کی اشاعت و ترویج کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ان میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کا اسم گرامی سرِ فہرست ہے۔ مولوی صاحب موصوف سے فکر و نظر کے بعض گوشوں میں اختلاف کے باوجود یہ کہنا سو فیصد درست اور صحیح ہے کہ انہوں نے اردو زبان کی بے پناہ خدمت کی حتیٰ کہ "بابائے اردو" ان کے نام کا جزوِ لاینفک بن گیا اور یہ ان کی خدمات کا بھرپور اعتراف ہے۔

مولوی صاحب موصوف کی "انجمن ترقی اردو" علمی اعتبار سے کساد بازاری کے اس دور میں بھی مصروفِ عمل ہے اور اس کے کارکنوں کی محنت کے پیشِ نظر بعض قیمتی چیزیں سامنے آ گئی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب دراصل انجمن کے قابل قدر "مخطوطاتی ذخیرہ" کا ایک حصّہ ہے جس کا تعلق "ادبیات" سے ہے۔ جمیل الدین صاحب عالی معتمد اعزازی انجمن کے بقول ادبیات کے موضوع سے متعلق ساڑھے سات سو کے لگ بھگ مخطوطات ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے تین حصّوں میں سامنے آئیں گے۔ ان میں سے پہلی جلد جو سلسلہ مخطوطات کی چوتھی جلد ہے اس میں افسر صدیقی صاحب نے بڑی محنت اور سلیقہ سے ۲۴۸ مخطوطات کا تعارف کرایا ہے کتاب

۲۶۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کے آخر میں اشاریہ بھی ملحق کر دیا گیا ہے جس میں اشخاص و افراد، کتب و رسائل، مقامات و ممالک اور اداروں کے ذیل میں ہر حصہ کی الگ الگ تفصیل ہے۔

بہرحال یہ انجمن کا ایک قابل قدر کارنامہ ہے اور ذوقِ تحقیق رکھنے والے حضرات کے لیے نادر تحفہ!

۱۵ روپے میں یہ کتاب "انجمن ترقی اردو پاکستان بابائے اردو روڈ کراچی نمبر ۱" سے دستیاب ہے ہمیں امید ہے کہ اہل ذوق قدر کریں گے۔

افکارِ حالی

خواجہ الطاف حسین حالی اپنے وقت کی نامور ترین شخصیت گزرے ہیں۔ ان کا "مسدس" ہماری قومی زندگی کا اہم ترین حصہ ہے جسے بے پناہ قبولیت نصیب ہوئی۔ حالی مرحوم کی شخصیت اور ان کے افکار پر ابھی تک کوئی چیز سامنے نہیں آئی تھی۔ بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کے مختلف مقالات کا یہ مجموعہ انجمن نے شائع کیا ہے جس میں ایک درجن کے قریب عنوانات کے تحت حالی کے افکار و شخصیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نواب عمادالملک کے بقول انسانی اعتبار سے حالی اپنے ہمعصر حضرات میں نمایاں اور ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ مولوی عبدالحق صاحب نے ان کی اس حیثیت کو بڑی خوبی سے اجاگر کیا ہے اور ان کے افکار پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔

اپنی قومی زندگی کے ایک اہم ترین فرد کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب بڑی ممد و معاون ثابت ہوگی اور ہمیں امید ہے کہ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ کتاب کی ترتیب و تصحیح میں ہمارے مخلص کرم فرما جناب ابو سلمان شاہ جہان پوری نے بڑی محنت کی ہے۔ جس سے کتاب اکا حسن نکھر گیا ہے۔

ساڑھے سات روپے میں انجمن ترقی اردو پاکستان بابائے اردو روڈ کراچی ۱ سے دستیاب ہے

ملفوظاتِ امام مالکؒ
و
ملفوظاتِ امام احمد بن حنبلؒ

حضرت امام مالک اور حضرت

امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ ان آئمہ اربعہ میں سے دو ہیں جن کی تقلید پر اللہ تعالیٰ نے پوری مِلّت اسلامیہ کو جمع کر دیا ہے۔ مِلّت کے ان محسنوں کے نام و کام سے بدقسمتی سے ہم لوگ عام طور پر ناواقف ہیں جبکہ حقیقت میں یہ بہت بڑی احسان فراموشی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہٗ جن سے اللہ تعالیٰ نے تحریری میدان میں بہت کام لیا اس مختصر رسالہ میں ان دونوں حضرات کے ملفوظات کو بڑی خوبی سے جمع فرما دیا ہے۔ اہل اللہ اور مصلحین امت کے فرامین اجتماعی انفرادی اصلاح کے لیے کیمیا کا اثر رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم اس بقامت کہتر بقیمت بہتر رسالہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

کل صفحات ۳۲ اور قیمت ۹۰ پیسے ہے۔ ادارہ اسلامیات انارکلی سے دستیاب ہے۔ (اسعد رحمانی)

منظور شدہ محکمہ تعلیم | ۱: لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G ۱۹۳۲۱ مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۹۵۶ء ۲: پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری TBC-۲۲۴-۲۳۸۱ مورخہ ۶ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
۳: کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۰۷۶۶/۹/۳۹-۹-DDA مورخہ ۲۴ اگست سنہ ۶۴ء ۴: راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو GM/۴۰-۱۵۳۱۰ مورخہ ۳ مارچ سنہ ۶۶ء